جملہ حقوق محفوظ بحق مصنف

نام کتاب : تجلیات سخن

مصنف : مولانا سید محمد مدنی اختر کچھوچھوی

ترتیب وتہذیب : سید محمد خالد انور۔ ایڈوکیٹ

پریس : ریکان آفسیٹ پریس، امین آباد لکھنؤ

فون نمبر : 05522.2272574

سن اشاعت : اگست ۲۰۰۴ء

تعداد اشاعت : ۲ ہزار

قیمت : ۸۰/روپے

ملنے کا پتہ

لکھنؤ : 0522.2700409,2700028

کچھوچھہ : 05274.276121

انتساب

اپنے والدِ گرامی

حضرت مخدوم الملت مولانا ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی المعروف بہ محدث اعظم ہند

علیہ الرحمۃ

کے نام

جن کے فیضان نظر نے آدابِ زندگی اور خدمتِ لوح وقلم کا
شعور عطا کیا۔

مولانا سید محمد مدنی اختر کچھوچھوی

ذکر وتعارف

حمد ،نعت اور منقبت تینوں الفاظ یوں تو مشترک المعنیٰ ہیں یعنی سب تعریف وتوصیف ہی کی نشاندہی کرتے ہیں البتہ علمائے دین وادب نے محل استعمال کو نسبت سے مقید کر رکھا ہے مثلاً جب تعریف وتوصیف کی نسبت رب ذوالجلال کی طرف ہوگی تو اسے حمد کہیں گے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہوگی تو اسے نعت سمجھیں گے اور جب صحابی، ولی یا کوئی باکمال بزرگ تعریف وتوصیف کا مقصود ہوگا تو اسے منقبت سے تعبیر کریں گے۔

اس نسبتی فرق وامتیاز نے اگر ایک طرف عقیدہ ونظریہ کی شدت وحدت کی حصار بندی کی ہے تو دوسری جانب طائرِ تخیل کو بھی پابند کر دیا ہے کہ وہ اپنی حد سے باہر پرواز نہ کرے۔

اصناف شاعری میں حمد ،نعت اور منقبت کی کوئی مخصوص اور متعین ہیئت (form) نہیں ہے۔ سارے اصناف سخن میں ان سب کی جلوہ گری پائی جاتی ہے تاہم یہ حقیقت ذہن میں رہے کہ حمد ونعت کی اصل پہچان صرف افکار ومیلانات سے ہوتی ہے ان کا معتبر ومستند ماخذ کتاب وسنت ہے اور تاریخ وسیر ان کے لئے ثانوی حیثیت رکھتے ہیں ---- یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ نعت کا مرکز ومحور رسول عربی ﷺ کی ذات والاصفات ہے۔ یہ عظیم المرتبت ذات منصب نبوت ورسالت پر فائز ہے اور خالق ومخلوق کے درمیان کی وہ بنیادی کڑی ہے جو مخلوق کو خالق سے ملاتی ہے۔ عارفوں کی زبان میں اس بنیادی کڑی کا دوسرا نام واسطۃ الفیض ہے اس اعتبار سے منصب نبوت ورسالت کے

دواہم تقاضے سامنے آتے ہیں۔اوّل خالق سے اس کے احکام وفرامین کو حاصل کرنا، دوم انھیں مخلوق کو ارسال کرنا اور اپنی ذات کو انکا نمونۂ عمل بنانا----- ذرا غور کیجئے کہ ایسی باعظمت اور بے مثل شخصیت کی مدح وستائش کس قدر دشوار ہے جہاں فکری اور لسانی دونوں لحاظ سے افراط وتفریط کی کوئی گنجائش نہیں! افراط میں یہ اندیشہ ہے کہ کہیں اس واسطۃ الفیض کو خدانخواستہ کوئی خدا نہ سمجھے اور تفریط میں یہ دھڑکن رہتی ہے کہ کہیں اسے کوئی اپنی طرح نہ سمجھنے لگے! اسی لئے نعتیہ شاعری کے لئے پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔اس نزاکت وسنگینی کا احساس عرفیؔ شیرازی کو ہوا تو بول پڑا:

''عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحراست
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

بیدلؔ جیسے قادر الکلام شاعر نے بھی بے ساختہ کہدیا:

''زلاف حمد ونعت اولیٰ ست برخاک ادب خفتن
سجودی تواں کردن درودے می تواں گفتن''

جب ہم نعت کے سلسلۂ نوارنی کی ابتدا کی تلاش کرتے ہیں تو ہمارے سامنے وہ پہلا منظر آتا ہے جب خالق کائنات نے اپنے محبوب کے نور کی تخلیق کی اور اعزاز نبوت سے سرفراز کیا اور عالم ارواح ہی میں تمام انبیاء ومرسلین کی روحوں سے اپنی ربوبیت کاملہ کا عہد لیا اور اسی کے ساتھ یہ اقرار بھی کہ اس نور اوّل کی اپنے اپنے عہد میں آنے کی بشارت دینا، فضیلت بیان کرنا اور مدد پہونچانا----- اسی عہد میثاق نے حمد ونعت کی داغ بیل ڈالی ہے، دوسرا منظر وہ ہے کہ رب کائنات نے اسی نور اوّل سے سارے جہانوں کی تخلیق فرمائی اور سیدنا آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں اس نور کو رکھ کر سارے ملائکہ کو حکم دیا کہ اب آدم کا سجدۂ تعظیمی کرو! عارفوں کا کہنا ہے کہ حضرت آدم کی تعظیم وتوقیر اور ان کا مسجود ملائک ہونا اسی نور اول کی جلوہ گری کی بدولت تھا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (المتوفی ۱۸۰ھ م) رضی اللہ عنہ مجموعۂ قصائد میں کیا خوب فرماتے ہیں۔ یہاں صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے، ملاحظہ ہو:

(۱) آپ کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی۔

(۲) آپ وہ ہیں کہ آپ کے نور سے چاند کو روشنی حاصل ہے اور آفتاب آپ ہی کے نور سے منور ہے۔

(۳) آپ وہ ہیں کہ جب آدم نے لغزش کے سبب آپ کا وسیلہ پایا تو وہ کامیاب ہوگئے حالانکہ وہ آپ کے باپ ہیں۔

(۴) آپ ہی کے وسیلہ سے (حضرت) خلیل نے دعا مانگی تو آپ کے روشن نور سے آگ ان پر ٹھنڈی ہوگئی۔

(۵) اور (حضرت) ایوب نے اپنی مصیبت میں آپ ہی کو پکارا تو اس کے باعث ان کی مصیبت دور ہوگئی۔

(۶) اور (حضرت) مسیح آپ ہی کی بشارت اور صفاتِ حسنہ کی خبر دیتے ہوئے آئے۔

(۷) اسی طرح (حضرت) موسیٰ آپ کا وسیلہ اختیار کرنے والے اور قیامت میں آپ کے سبزہ زار میں پناہ لینے والے ہیں۔

(۸) اور انبیاء و تمام مخلوقات میں ہر مخلوق، رسول اور ملائکہ آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

انھیں خیالات و افکار کو مولانا جامؔی نے اپنے مخصوص انداز میں یوں پیش کیا ہے:

وصلی اللہ علی نورکزد شدنورہا پیدا
زمیں از حب او ساکن فلک درعشق اوشیدا
محمد احمد و محمود وے را خالقش بستود
کزد شد بود ہرموجود زد شد دیدہا بینا
اگرنام محمد رانیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا
نہ ایوب ازبلاراحت نہ یوسف حشمت وجاہت
نہ عیسیٰ آن مسیحا دم نہ موسیٰ آن ید بیضا

اس طور سے صنف نعت نے اپنی پہلی ارتقائی منزل طے کی۔ اس پہلی منزل یعنی عالم ارواح میں رب کائنات، ملائکہ اور انبیاء و مرسلین سب ہی نے نعت نور محمدی کا نمونہ پیش کیا اور جب وہی نور اول جامۂ بشری میں اس جہان خاکی کی اصلاح و ترتیب کی خاطر بھیجا گیا تو رسول عربی ﷺ کی صورت میں نمودار ہوا آپ نے ۴۰ سالہ زندگی خاموشی کے ساتھ ذکر و فکر اور عبادت و ریاضت میں گزاری اور سب کی نگاہوں میں امین و صادق رہے۔ پھر آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا اور نزول وحی الٰہی کا سلسلہ شروع ہوا۔ دورِ جاہلیت کے ادب کو دیکھیے تو اندازہ ہوگا کہ عربی زبان کا جاہ و جلال اور کرّ و فر کا احساس نمایاں طور پر چھایا ہوا ہے۔ قصیدہ نگاری کا عام مذاق تھا۔ قبائلی رنجش، چپقلش، سماجی انتشار و افتراق نیز باہمی جنگ و جدال شاعری کے مخصوص موضوعات تھے۔ قرآنی اسلوب نے فکری اور لسانی دونوں اعتبار سے عربی زبان و ادب کو متاثر کیا۔ اب طلوع اسلام کے بعد ایک طرف مشرکین مکہ اپنے عقائد میں پیغمبر اسلام کے خلاف سبک روی کی راہ اختیار کرنے لگے اور دوسری جانب اسلام پسندوں نے ان کی آوارہ خیالی کا منظوم جواب دینے کے ساتھ اسلام کی صداقت اور نبی ﷺ کے اوصاف جلیلہ و اخلاق حمیدہ کو نمایاں کرنے میں لگ گئے۔ اس فکری آویزش نے بھی نعت کے فن کو خاص جلا بخشی اور عربی ادب میں پیغمبر اسلام کے تعلق سے صدق مقال، حسن کردار، صفتِ حیا، عدل و انصاف اور خلق عظیم کے مضامین شامل ہوئے، شعراء عرب میں خلفائے راشدین اور آئمہ اہل بیت کی شمولیت کے ساتھ حسان بن ثابت، کعب بن مالک، عبداللہ بن رواحہ، کعب بن زہیر، وغیرہ کے اسماء گرامی روز روشن کی طرح چمک رہے ہیں۔ حسان بن ثابت کا یہ ارشاد گرامی کہ "اپنے حسن کلام سے خدا کے محبوب کو زینت مت دو بلکہ محبوب خدا کے حسن و جمال سے اپنے کلام کو سنوارو" آج بھی نعتیہ شاعری کے ضابطۂ فن کی شرط اول ہے علاوہ ازیں نزول قرآن کے تسلسل نے اگر ایک جانب رب ذوالجلال کی الٰہیت و الوہیت کو بے نقاب کیا تو دوسری جانب محبوب کردگار کی سیرت و شخصیت کے ایسے نادر و نایاب پہلو اجاگر کیے

جس کی مثال گزشتہ کسی صحف آسمانی میں نہیں ملتی۔قرآن حکیم میں رب کائنات نے انبیاء علیہم السلام کانام لیکر عام طور پر مخاطب کیا ہے۔ مثلاً

یا آدم، یا نوح، یا موسیٰ، یا عیسیٰ وغیرہ

مگر جب اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا تو اس انداز سے:

یاایھاالنبی ، یاایھا الرسول، یاایھاالمزمل، یاایھاالمدثر، طٰہٰ ،یسین وغیرہ.

اور جب کبھی نام لینا ضروری ہوا تو کسی نہ کسی وصف کے ساتھ مربوط کردیا۔مثلاً

ومامحمد الارسول (آل عمران ع۱۵)

محمد رسول الله ۔(فتح ع۴)

ماکان محمد ابا احدمن رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین وکان الله بکل شیء علیما.(احزاب ع۵)

اسی طرح رب تعالیٰ نے ممانعت فرمادی کہ کوئی اس کے محبوب کا نام لیکر نہ پکارے:

لاتجعلو دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا(نور، ع ۹)

انتہا یہ ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے اسم گرامی کے ساتھ اپنے محبوب ترین رسول کو بھی شریک کیا ہے:

یاایھاالذین آمنوا اطیعوالله واطیعوالرسول واولی الامر منکم(نساء، ع ۸)

یاایھاالذین آمنوا اطیعواالله و رسوله(انفال ،ع۳)

ومن یطع الله ورسوله (نساء ع ۲)

قل الانفال لله والرسول ،(انفال ،ع ابتدائی)

اسی پر بس نہیں بلکہ اللہ جل شانہ نے اپنے کلام مقدس (قرآن حکیم) میں اپنے محبوب کا خلق عظیم، صبر وشکر، عفو ودرگزر، وسعت علم، شفقت ورحمت، سخاوت وایثار، عزم واستقلال، قوت وشجاعت، صدق وصفا، عفت وحیا، عدل وانصاف، ذوق عبادت اور مقام قرب خاص کا صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اس غایت درجہ کی محبت وشفقت ولیل کی حیثیت رکھتی ہے کہ رب کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کی بطور خاص ثناخوانی کی ہے تاکہ بشری عقل ودانش کے لئے نعت نگاری کے رہنما اصول بنائے جاسکیں!

جب اسلام عرب سے چل کر عجم میں داخل ہوا تو اس کو سب سے پہلے ایرانی تہذیب وثقافت کا سامنا کرنا پڑا۔ قرآنی اسلوب فکر اور طرز نگارش نے فارسی شاعری کو حد درجہ متاثر کیا۔ چنانچہ صنف نعت کے مذکورہ رہنما اصولوں کی روش پر فارسی شعراء نے فکر قرآنی کو محاسن شعری میں ڈھال کر نعت کے فن کو عروج وکمال بخشا، اس ضمن میں فردوسی، رودکی، سعدی، حافظ، مولانا روم، جامی، خاقانی، قاآنی، نظامی، عرفی، عطار وغیرھم کے اسمائے گرامی کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔

جب نعت نگاری کی صنف براہ فارسی اردو زبان کے اقلیم میں پہونچی تو ہندوستان کی آب وہوا میں اس کے پھلنے پھولنے کے بہتر مواقع میسر آئے، یوں تو یہاں بھی پہلے فارسی زبان میں ہی شعرگوئی کا چلن تھا لیکن بعد میں جب اردو زبان نے اپنے بال وپر نکالے تو دیگر اصناف سخن کی طرح نعت نگاری کا فن بھی اردو زبان میں کھل مل گیا گولکنڈہ اور بیجاپور کی ریاستوں میں اس فن کی بڑی پذیرائی ہوئی پھر جب اس فن نے دکن سے شمالی ہند کی طرف رخ کیا تو پہلے تو خانقاہوں میں اس کی آؤ بھگت ہوتی رہی۔ بعدہٗ یہاں سے بن سنور کے یہ فن حلقۂ دانشوراں میں پہونچا اور اسکی مقبولیت اس حد تک بڑھ گئی کہ شعراء نے اپنی نجات وعاقبت اور قلبی وذہنی امن وسکون کی خاطر اس فن کے تقدس میں چار چاند لگادیئے۔

نعت نگاری میں تصوف کے مضامین کو شامل کیا، عشق رسول کو فروغ دیا، محبوب

ربِ جلیل وجمیل کے خصائص کبریٰ اور فضائل عظمیٰ کے ساتھ ان کا پُر نور سراپا کھینچا۔ ان کی جلوت، انکی خلوت، ان کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، چلنا، پھرنا، سب کو موضوع سخن بنایا، کمالِ اخلاص ومحبت ،وفورِ عقیدت ،عاجزی وفروتنی اور وارفتگی وسپردگی کے احساس فراواں کے ساتھ صنف نعت کی معنوی توسیع کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوچنے سمجھنے کے پیمانے بدلے، اسالیب بیان کی سمتیں متعین ہوئیں۔ لفظوں کے رموز و علائم نے نئی شکلیں اختیار کیں۔ نادر استعارے اور تازہ دم تشبیہوں نے زبان کی رمزیت کو اجاگر کیا۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ میر، سودا، خواجہ میر درد، مرزا مظہر جانِ جاناں، غالب، ظفر، اقبال، محسن کاکوروی، امیر مینائی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، حسن بریلوی، مولانا آسی غازی پوری، مولانا سید علی حسن احسن جائسی، مولانا سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی، مولانا حکیم سید نذر اشرف فاضل کچھوچھوی اور مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی وغیرہم کی مساعی جمیلہ کی رنگارنگی نے اصناف سخن میں خصوصیت کے ساتھ نعت نگاری کی ایک کہکشاں بنائی جس کی آب وتاب آسمان شعروادب پر پھیلی ہوئی ہے۔

اسی تاریخی پس منظر میں ''بارانِ رحمت'' کا مطالعہ کیجئے جو ایک مجموعۂ نعت ومنقبت ہے اور مولانا سید محمد مدنی اختر کچھوچھوی کی تخلیق ہے مولانا کو شاعری ورثے میں ملی ہے، وہ ایک ہی وقت میں منقولات ومعقولات پر کامل دسترس رکھنے والے عالم بھی ہیں۔ بین الاقوامی سطح کے خطیب بھی ہیں۔ تفقہ میں منفرد بھی ہیں، مسندِ رشد وہدایت کی زینت بھی ہیں اور معتبر ادیب وشاعر بھی ہیں، مولانا کی درجنوں تصنیفات اہل علم سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں۔ ان کا شعری مجموعہ ''بارانِ رحمت'' کے نام سے پہلی بار منصۂ شہود پر آرہا ہے، میں پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ مولانا موروثی شاعر ہیں۔ ان سے پہلے ان کے والد گرامی محدث اعظم ہند مولانا ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی (التوفی ۲۵ر دسمبر ۱۹۶۱ء) کا مجموعہ کلام ''فرش پر عرش'' طبع ہوکر ملک وبیرون ملک میں پھیل چکا ہے، مولانا کے دادا مولانا حکیم سید نذر اشرف فاضل کچھوچھوی (التوفی ۲۱ر نومبر

۱۹۳۹ء) اپنے وقت کے زبردست عالم ودانشور تھے فن طبابت وحکمت میں ان کا وجود لاثانی تھا۔ شعروادب میں بھی غیر معمولی دلچسپی رکھتے تھے ان کی زندگی کا بڑا حصہ جائس ضلع رائے بریلی کے علمی وادبی ماحول میں گزار، انہوں نے اپنے حقیقی ماموں مولانا سید علی حسن احسن جائسی سے اکتساب علم وفن کیا، دلی کے قیام کے دوران داغ دہلوی سے بھی زبان وبیان کا ہنر سیکھا، کچھوچھا شریف میں علمی وادبی انجمن آرائی ان ہی کے مرہون منت رہی ہے۔

افسوس صد افسوس اس بات پر ہے کہ ان کا شعری سرمایہ محفوظ نہ رہ سکا، جس کے ہاتھ لگا وہ مالک بن بیٹھا، یہاں ان کے کلام کی چند جھلکیاں پیش کرنا غالبًا نامناسب نہ ہوگا۔ ملاحظہ ہو:

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو　　تم ایسے رحمت اللعالمین ہو
شریک عیش وعشرت سب ہیں لیکن　　مصیبت کاٹنے والے تمہیں ہو

عروج کی شب عجیب شب تھی عجب جلو تھا عجب سماں تھا
زمیں تھی ساکت، پہاڑ بے حس، عجیب چکر میں آسماں تھا
ستارے باہم تھے نورافشاں فلک کا ہر حصہ تھا چراغاں
جہاں میں ذرے چمک رہے تھے زمیں کا ہر گوشہ کہکشاں تھا
محبّ ومحبوب کی تجلی سے سب حجابات اٹھ گئے تھے
عجب تماشہ تھا چارجانب عیاں نہاں تھا نہاں عیاں تھا

حضرت فاضل کا رنگ تغزل بھی دیکھئے:

موسم گل کو کیا کروں دل ہی نہیں قرار میں
زخم جگر ہرے ہوئے آگ لگے بہار میں

ان کا عارفانہ طرز سخن بھی ملاحظہ ہو:

نمی دانم کہ آخر چوں دم دیداری رقصم
مگر نازم بریں ذوقے کہ پیش یار می رقصم
نگاہش جانب من چشم من محو تماشائش
منم دیوانہ لیکن بادل ہشیار می رقصم
زہے رندی کہ پامالش کنم صد پارسائی را
خوشا تقویٰ کہ من باجبّہ و دستار می رقصم
بیا جاناں تماشہ کن کہ در انبوہ جانبازاں
بصد سامانِ رسوائی سرِ بازار می رقصم
تو آں قاتل کہ از بہر تماشہ خون من ریزی
من آں بسمل کہ زیر خنجر خونخوار می رقصم
برائے شعلہ می رقصم تپش چوں حالتی آرد
خلش چوں لذتی بخشد بنوک خاری رقصم
زہے رنگ تماشائیش خوشا ذوق دلم فاضل
کہ می بیند چوں او یکبار من صدبار می رقصم

(ماخوذ از رسالہ اشرفی بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۴ء)

حضرت فاضل کچھوچھوی کے اور بھی اشعار ہیں ان کی منقبت بھی ہے، ملی نظم بھی ہے اور منظوم ترجمے بھی ہیں جنھیں طوالت کے خوف سے نظر انداز کیا جاتا ہے اس مختصر تحریر سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ جس علمی وادبی اور دینی ماحول میں مولانا سید محمد مدنی اختر کچھوچھوی نے آنکھیں کھولی ہیں اور ذہنی تربیت حاصل کی ہے وہ ہمیشہ ایک غیر معمولی اہمیت وافادیت کا حامل رہا ہے۔

بہر حال بارانِ رحمت کا آغاز حمد الٰہی کے ان چار مصرعوں سے ہوتا ہے:

ذرّے ذرّے سے نمایاں ہے مگر پنہاں ہے
میرے معبود! تری پردہ نشینی ہے عجیب
دور اتنا کہ تخیل کی رسائی ہے محال
اور قربت کا یہ عالم کہ رگِ جاں سے قریب

ان چار مصرعوں میں کتاب اللہ کی جلوہ گری ہے اور **ونحن اقرب الیہ من حبل الورید** کی صدائے ربانی کی گونج سنائی دیتی ہے۔ مولانا اختؔر کچھوچھوی کے تخلیق ذہن نے اس حقیقت مطلقہ کی معرفت کرائی ہے جو مستور بھی ہے اور نمایاں بھی، بعید تر بھی ہے اور قریب تر بھی۔ مزید برآں اس کی پردہ نشینی عقل انسانی کو ورطۂ حیرت میں ڈالے ہوئے ہے۔ اس فکری کشمکش سے مولانا آسؔی غازی پوری کو بھی دوچار ہونا پڑا تھا۔ ملاحظہ ہو:

بے حجابی یہ کہ ہر ذرہ سے جلوہ آشکار
اس پر یہ گھونگھٹ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

مگر مولانا اختؔر کچھوچھوی کا رنگ دوسرا ہے۔ وہ اپنے معبود کو مخاطب کرتے ہیں کمالِ ادب کے ساتھ اور حیرت و استعجاب کا اظہار کر کے گویا جاننا چاہتے ہیں کہ اس پردہ نشینی کے دو مختلف مظاہر و الوان کا راز کیا ہے! اس لحاظ سے مولانا کا فکری ارتفاع ایک جداگانہ انفرادیت رکھتا ہے اور اسلوبِ بیان کی سادگی و پرکاری نے اسے غیر معمولی جلا بخشی ہے ان چار مصرعوں کو اگر شریعت و شاعری کے امتزاج کا ایک حسین نمونہ کہا جائے تو شاید نامناسب نہ ہوگا!

حمد باری تعالیٰ کا دوسرا خوبصورت نمونہ ایک نظم میں بھی پایا جاتا ہے جو اظہار تشکر کے عنوان سے بارانِ رحمت میں شامل ہے، ملاحظہ کیجئے:

اے خدا شکر ترا، شکر ترا،شکر ترا،

خاک بے مایہ سے انسان بنایا مجھ کو
زیورِ دانش وحکمت سے سجایا مجھ کو
نقش پائے شہہِ عالم پہ چلایا مجھ کو

اے خدا شکر ترا شکر ترا شکر ترا

ساقیٔ کوثر وتسنیم کا میخوار کیا
بادۂ حبّ نبی سے مجھے سرشار کیا
دلِ تاریک کو رشک مہِ ضوبار کیا

اے خدا شکر ترا شکر ترا شکر ترا

ماندگی مجھ میں جو پاتی ہے عنایت تیری
سرمۂ نیند لگاتی ہے عنایت تیری
میرا دکھ درد مٹاتی ہے عنایت تیری

مذکورہ نظم میں ہر بند کی پیشانی پر ''اے خدا شکر ترا شکر ترا شکر ترا'' کی تکرار کے ساتھ ربّ ذوالجلال کے فضل بے پایاں، رحمت بے کراں، اور الطاف فراواں کے جو نقش ونگار پیش کئے گئے ہیں وہ شاعر کی عارفانہ بصیرت اور دینی شعور کی آئینہ داری کرتے ہیں، کیا عجب کہ مولانا اختؔر کچھوچھوی کے ذہن رسا نے صنعت تکرا کا یہ دلربا انداز قرآن حکیم کی سورۂ رحمٰن سے مستعار لیا ہو جہاں فبایّ آلاء ربکما تکذبن کی تکرار کے ساتھ رب تعالیٰ اپنے فضل وکرم، انعام واکرام اور داد و دہش کی رنگارنگی کو شمار کراتا ہے۔ یہ فرق ضرور ہے کہ ایک جگہ ہر نعمت کے ذکر کے بعد فبایّ آلاء ربکما تکذبن کی تکرار سے اصلاحی طور پر کریدنے اور جھنجھوڑنے کا اہتمام ہے اور دوسری جگہ نعمتوں کے حصول کا اعتراف واقرار ہے اور بارگاہِ رب العزت میں جذبۂ احسان مندی لئے سرِ نیاز جھکانے کی ادا ہے۔ چنانچہ دونوں جگہ لذت تکرار نے کلام کی معنویت میں دل کشی پیدا کردی ہے۔

مولانا اختر کچھوچھوی کی نعتیہ شاعری اپنی انفرادی شان رکھتی ہے ان کی شاعرانہ طبیعت کا مرکز ومحور "عشق رسول" ہے وہ کامل ایمان وایقان کے ساتھ اپنے مرکزِ شعری سے والہانہ تعلق خاطر رکھتے ہیں انکی نظر میں محمد رسول اللہ دلیل لا الہ الا اللہ ہیں لہٰذا دلیل کو سمجھنے اور ماننے بغیر دعویٰ کی تفہیم ممکن ہی نہیں ہے بقول اقبالؔ

بمصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

(ارمغان حجاز)

یہی وجہ ہے کہ وہ اس دلیل کے گرد، گھومتے رہتے ہیں اور فکری مواد حاصل کرتے ہیں کتاب وسنت سے ان کی وابستگی اس دلیل کی بوقلمونی کو مزید نمایاں کرتی ہے۔
ان کی ایک نعت ملاحظہ ہو :

خدائے برتر وبالا ہمیں پتہ کیا ہے — ترے حبیب مکرم کا مرتبہ کیا ہے
جبین حضرت جبرئیل پہ کفِ پا ہے — ہے ابتدا کا یہ عالم تو انتہا کیا ہے
خدا کی شان جلال وجمال کے مظہر — ہر ایک سمت ہے تو ہی ترے سوا کیا ہے
سمجھ لو عہد رسالت کے جاں نثاروں سے — کمال صدق وصفا ، رشتۂ وفا کیا ہے
بشر کے بھیس میں لاکالبشر کی شان رہی — یہ معجزہ جو نہیں ہے تو معجزہ کیا ہے
غم فراق نبی میں جو آنکھ سے نکلے — خدا ہی جانے ان اشکوں کا مرتبہ کیا ہے
جو میری جان سے زیادہ قریب ہیں مجھ سے — ان ہی کو ڈھونڈ رہا ہوں مجھے ہوا کیا ہے
چلو دیار مدینہ جو دیکھنا چاہو — زمیں سے عرش معلیٰ کا فاصلہ کیا ہے

اس موقع پر مولانا کی دوسری نعت بھی پیش کی جاتی ہے جو فکر وفن کے امتزاج کا حسین مرقع ہے :

اس دیارِ قدس میں لازم ہے اے دل احتیاط
بے ادب ہیں کرنہیں پاتے جوغافلِ احتیاط
جی میں آتا ہے لپٹ جاؤں مزار پاک سے
کیا کروں ' ہے میرے ارمانوں کی قاتل احتیاط
اضطراب عشق کا اظہار ہو بے حرف وصوت
اے غم دل 'احتیاط ،اے وحشتِ دل احتیاط
آبتاؤں تجھ کو میں ارشاد او ادنیٰ کاراز
ان کے ذکرِ قرب میں لازم ہے کامل احتیاط
بس اسی کو ہے ثنائے مصطفیٰ لکھنے کاحق
جس قلم کی روشنائی میں ہوشاملِ احتیاط
اس ادب ناآشنا ماحول میں اختر کہیں
رہ نہ جائے ہو کے مثلِ حرفِ باطل احتیاط

مذکورہ بالا دونوں نعتوں میں فکر کی جولانی ،جذبہ کا کڑھاؤ ،فنی چابکدستی کتاب وسنت سے ممارست سب مل کر اسی ایک سرچشمۂ حیات کی نشاندہی کرتے ہیں جس کا نام ''عشق رسول ہے'' اسی عشق کے نقش ہائے رنگ رنگ ان اشعار میں بھی دیکھئے:

بڑے لطیف ہیں، نازک سے گھر میں رہتے ہیں
مرے حضور مری چشم تر میں رہتے ہیں
یہ واقعہ ہے لباسِ بشر بھی دھوکا ہے
یہ معجزہ ہے لباسِ بشر میں رہتے ہیں
خدا کے نور کو اپنی طرح سمجھتے ہیں
یہ کون لوگ ہیں کس کے اثر میں رہتے ہیں!

حسن خورشید نہ مہتاب کا جلوہ دیکھو
آؤ احمد کے کفِ پا کا کرشمہ دیکھو
دیکھنے والو! دیارِ شہہ بطحا دیکھو
فرش کی گود میں ہے عرش معلٰی دیکھو

سوچتا ہوں کیا کہوں میں، کیا نظر آنے لگا
وہ ریاض برزخ کبریٰ نظر آنے لگا
آنکھ جب تک بند تھی اک آدمی سمجھا تجھے
اور جب وا ہوگئی کیا کیا نظر آنے لگا
ان کی یادوں میں جو ٹپکا اشک اختر آنکھ سے
منزلت میں عرش کا تارا نظر آنے لگا

اے حُسین ابن علی تیری شہادت کو سلام
دین حق اب نہ کسی دور میں تنہا ہوگا
رب نے چاہا تو قیامت میں سبھی دیکھیں گے
ان کے قدموں میں پڑا اختر خستہ ہوگا

وہ مری جان بھی جان کی جان بھی، میرا ایمان بھی، روح ایمان بھی
مہبط وحی آیات قرآن بھی اور قرآن بھی، روحِ قرآن بھی
نور و بشریٰ کا یہ امتزاج حسین جیسے انگشتری میں چمکتا نگیں
عالم نور میں نور رحمان بھی، عالم انس میں پیکِ انسان بھی

اُس روئے "والضحیٰ" کی صفا کچھ نہ پوچھیے
آئینۂ جمالِ خدا کچھ نہ پوچھیے
قوسین پردہ نور اوادنیٰ میں چھپ گئے
پھر کیا ہوا ہوا جو ہوا، کچھ نہ پوچھیے

ذکر جہاں میں ہم سب پڑ کر کیوں ضائع لمحات کریں
آؤ پڑھیں والشمس کی سورت، روئے نبی کی بات کریں
نور خدا ہے، نور نبی ہے نور ہے دیں اور نور کتاب
ہم ایسے روشن قسمت کیوں تاریکی کی بات کریں
یہ لذات کی دنیا کب تک، اس کی اسیری ٹھیک نہیں
آؤ سمجھ سے کام لیں اختر خود کو طالب ذات کریں

روشن زمیں ہوئی تو حسیں آسمان ہوا
نورِ رخِ نبی سے منور جہاں ہوا
کیا خوب ہے کمالِ تصرف کی یہ مثال
پروردۂ نبی پہ خدا کا گماں ہوا
نعتِ رسول، آیۂ رحمت کا ہے کرم
میں ہم زبانِ انجمن قدسیاں ہوا

صرف اتنا ہی نہیں غم سے رہائی مل جائے
وہ جو مل جائیں تو پھر ساری خدائی مل جائے
میں یہ سمجھوں گا مجھے دولت کونین ملی
راہ طیبہ کی اگر آبلہ پائی مل جائے

سرِ مژگاں پہ کچھ سیال موتی جگمگاتے ہیں
اسے میں روشنی ان کی کہوں یا روشنی اپنی

مولانا اختر کچھوچھوی نے ۱۱۲اشعار پر مشتمل ایک ساقی نامہ بھی لکھا ہے جس کا مطلع ہے :

تمہاری آمد لئے ہوئے ہے نوید صبح بہار ساقی
گلوں کے لب پہ ہے مسکراہٹ، غریق شادی ہیں خار ساقی

یہاں ساقی سے مراد محبوب رب ذوالجلال کی ذات والا صفات ہے۔ مولانا نے محاسن شعری کے ساتھ اپنے قلبی واردات کو پیش کرتے ہوئے حضور آیۂ رحمت ﷺ کی معجزانہ شخصیت کے کئی نادر پہلوؤں کو زینتِ قرطاس بنایا ہے:

اگر پلک کو ہوا یک جنبش تو ڈوبتا مہر لوٹ آئے
ترے اشارے پر ہے نچھاور یہ دور لیل ونہار ساقی
سنا ہے وارِ سنانِ ابرو تراش دیتا ہے انگلیوں کو
مگر تری جنبش نظر پہ سرِ دوعالم نثار ساقی
لرز اٹھے تار عنکبوتی کے مثل ایوان باطلوں کے
تری صدا ہے، قسم خدا کی، صدائے پروردگار ساقی
اگر نگاہِ کرم اٹھے تو گناہ گاروں کی بھی بن آئے
خدا نے بخشا ہے تجھ کو سارے جہان کا اختیار ساقی

بڑی فرض ناشناسی ہوگی اگر مولانا اختر کچھوچھوی کی اس نعت کا ذکر نہ کیا جائے جس کا مطلع ہے :

ساقی کوثر مرا جب میرِ میخانہ بنا
چاند سورج خُم بنے، ہر نجم پیمانہ بنا

اسی نعت کے چند اشعار درج ذیل ہیں :

اللہ اللہ رفعتِ اشکِ غم ہجر نبی
جوں ہی ٹپکا آنکھ سے، تسبیح کا دانہ بنا
آج بھی سورج پلٹ سکتا ہے تیرے واسطے
اپنے دل کو الفتِ احمد کا کاشانہ بنا
چاند کی رفعت کو چھولینا کہاں کی عقل ہے
عقل یہ ہے چاند کو خود اپنا دیوانہ بنا
جانے کتنی ٹھوکریں کھاتا ہوا آیا ہوں میں
مجھ کو محروم تمنا میرے مولیٰ نہ بنا
دھوکے اپنے نطق کو مدحِ نبی کے آب سے
اپنی ہر ہر بات اے اختر حکیمانہ بنا

مذکورہ بالا نعت عقیدہ کی پختگی، عشق رسول سے کامل وابستگی، فروتنی وخود سپردگی اورعصری میلان کا شدید احساس دلاتی ہے اپنی ہر ہر بات کوحکیمانہ بنانے کا گر بھی اس نعت میں بتایا گیا ہے۔ ابلاغ وترسیل کا ہنر ہمدوش قلب ونظر ہونے کے سبب ایسی ادبی فضا بنائے ہوئے ہے جہاں حسن ولطافت بھی ہے اور اثر آفرینی بھی۔

باران رحمت میں تاریخ وسن نہ ہونے کے باعث یہ اندازہ لگانا ذرادشوار لگتا ہے کہ مولانا اختر کچھوچھوی کے تخلیق ذہن کے ارتقائی منازل کی نشاندہی کی جائے تاہم ایک خاصہ حصہ ان کے نعتیہ کلام میں ایسا ہے جو ان کے ابتدائی نقوش شاعری کی اپنے اندرونی شواہد کی بنا پر گواہی دیتا ہے اگر اسے ابتدائی نقوش کے عنوان سے علٰحدہ شامل کردیا جائے تو شاید نامناسب نہ ہوگا۔

بارانِ رحمت میں چند منقبتیں بھی ہیں تضمین بھی ہے اور متفرق اشعار بھی ہیں ان سب میں حزم واحتیاط، حسن عقیدت، فکر کا بانکپن جذبہ کی حرارت، لفظ وبیان کی تہہ

دار معنویت اور مواعظ حسنہ کی دل کشی سب کچھ موجود ہے، مولانا اختر کے مواعظ حسنہ کے تعلق سے درج ذیل اشعار ملاحظہ کیجئے:

بجھ گئی عشق کی آگ اندھیر ہے وہ حرارت گئی وہ شرارہ گیا
دعوتِ حسنِ کردار بے سود ہے، تھا جو حسنِ عمل کا سہارا گیا
جس میں پاسِ شریعت نہ خوف خدا وہ رہا کیا رہا وہ گیا کیا گیا
ایک تصویر تھی جو مٹا دی گئی یہ غلط ہے مسلمان مارا گیا
مر کے طیبہ میں اختر یہ ظاہر ہوا کچھ نہیں فرش سے عرش کا فاصلہ
گود میں لے لیا رفعتِ عرش نے قبر میں جس گھڑی میں اتارا گیا

شعر و ادب کے اس معیار و امتیاز کے باوجود مولانا اختر کچھوچھوی کا یہ ارشاد محل نظر ہے کہ

مرے اشعار کو میزان فن پر تولنے والو
فقط دل کی تسلی کے لئے ہے شاعری اپنی

حالانکہ سچائی یہ ہے کہ مولانا کے عزیز و احباب ان کی صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہیں۔ انکی منکسر المزاجی کو اچھی طرح جانتے ہیں اور ادبی ماحول کی رنگارنگی میں ان کی خلوت پسند فطرت سادہ کو خوب سمجھتے ہیں! پروفیسر رشید احمد صدیقی کے لفظوں میں "یہ وہ حیا اور احتیاط ہے جسکو اسلام میں ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے اور شرفائے ادب کا بڑا امتیاز ہے" مکتوب بنام پروفیسر اسلوب احمد انصاری
مشمولہ "آئینہ خانے میں" صفحہ ۱۲۸

مجھے بے حد مسرت ہے کہ مولانا نے اپنی ادبی وراثت کو آگے بڑھایا ہے اور اس میں توانائی پیدا کی ہے۔

آخر میں مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ بارانِ رحمت، حمد و نعت و منقبت کا ایک قابل قدر سرمایہ ہے جہاں شریعت، شعریت اور کلاسیکی ادب کی جگمگاہٹ کا باہمی امتزاج و اختلاط، دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

امید ہے کہ اربابِ نقد و نظر اور قدردانِ شعر و ادب اس کی یقیناً پذیرائی کریں گے!

الاشرف
سید حسن مثنیٰ انور
سریندر نگر سیکٹر بی
اسماعیل گنج فیض آباد روڈ
لکھنؤ ۔(یوپی)
یکم ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
مطابق ۲۲ر اپریل ۲۰۰۴ء

حمد

ذرّے ذرّے سے نمایاں ہے مگر پنہاں ہے
میرے معبود! تیری پردہ نشینی ہے عجیب
دور اتنا کہ تخیل کی رسائی ہے محال
اور قربت کا یہ عالم کہ رگِ جاں سے قریب

جو ہو ممدوح خود اپنے خدا کا
بھلا کوئی کرے اُس کی ثنا کیا؟
اُنھیں میری حقیقت کا پتہ ہے
مجھے ان کی حقیقت کا پتہ کیا؟

ساقئی کوثر مراجب میر میخانہ بنا چاند وسورج خم بنے ہرنجم پیانہ بنا

حسن فطرت کے ہراک جلوے سے بیگانہ بنا دل بڑا ہشیار تھااس درکا دیوانہ بنا

اس بہانے ہی سے جاپہنچوں لب اعجاز تک یاالٰہی خاک کرکے مجھ کو پیانہ بنا

اپنے عقل وہوش کھونے کا صلہ مل ہی گیا میراافسانہ سراپا ان کاافسانہ بنا

اللہ اللہ رفعت اشک غم ہجر نبی جونہی ٹپکا آنکھ سے تسبیح کادانہ بنا

آج بھی سورج پلٹ سکتا ہے تیرے واسطے اپنے دل کوالفت احمد کاکاشانہ بنا

چاندکی رفعت کوچھولینا کہاں کی عقل ہے عقل یہ ہے چاندکو خود اپنادیوانہ بنا

میرے دل میں حب احمد کے ہیں گل بوٹے کھلے اب اسے کعبہ سمجھ واعظ کہ بت خانہ بنا

جام وساغر سے بھی جائیگی کہیں تشنہ لبی جرعۂ دست کرم کومیراپیانہ بنا

جانے کتنی ٹھوکریں کھاتا ہوا آیا ہوں میں مجھ کو محروم تمنا میرے مولٰی نہ بنا

ہاتھ ملتی رہ گئی رنگینیٔ حسنِ مجاز دل مرا شمع رخ احمد کا پروانہ بنا

دھوکے اپنے نطق کومدح نبی کے آب سے

اپنی ہرہر بات اے اختر حکیمانہ بنا

خدائے برتر وبالا ہمیں پتہ کیا ہے
ترے حبیب مکرم کا مرتبہ کیا ہے
جبین حضرت جبرئیل پر کفِ پا ہے
ہے ابتدا کا یہ عالم تو انتہا کیا ہے
خدا کی شانِ جلال وجمال کے مظہر
ہر ایک سمت ہے تو ہی ترے سوا کیا ہے
کوئی بلال سے پوچھے خُبیب سے سمجھے
خمارِ الفتِ محبوب کبریا کیا ہے
سمجھ لو عہد رسالت کے جاں نثاروں سے
کمال صدق وصفا رشتۂ وفا کیا ہے
بشر کے بھیس میں لاکالبشر کی شان رہی
یہ معجزہ جو نہیں ہے تو معجزہ کیا ہے
غمِ فراق نبیؐ میں جو آنکھ سے نکلے
خدا ہی جانے ان اشکوں کا مرتبہ کیا ہے
کرم کرم کہ کریمی ہی شان ہے تیری
ترے کرم کے مقابل مری خطا کیا ہے
جو میری جان سے زیادہ قریب ہیں مجھ سے
انھیں کو ڈھونڈ رہا ہوں مجھے ہوا کیا ہے
فقط تمہاری شفاعت کا آسرا ہے حضور
ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے

چلو دیارِ مدینہ جو دیکھنا چاہو
زمیں سے عرش معلیٰ کا فاصلہ کیا ہے
بخاری پڑھ کے بھی شانِ محمدِ عربی
سمجھ نہ پائے اگر تم تو پھر پڑھا کیا ہے
وہ دیکھو گنبدِ خضریٰ ہے رو بروتیرے
نثار کردے دل وجان دیکھتا کیا ہے
کھڑا ہے اخترؔ عاصی درِ مقدس پہ
حضورؐ آپ کی رحمت کا فیصلہ کیا ہے

☆☆☆

بڑے لطیف ہیں نازک سے گھر میں رہتے ہیں
میرے حضور میری چشم تر میں رہتے ہیں
ہمارے دل میں ہمارے جگر میں رہتے ہیں
انہی کے گھر ہیں یہ وہ اپنے گھر میں رہتے ہیں
یہ واقعہ ہے لباسِ بشر بھی دھوکا ہے
یہ معجزہ ہے لباسِ بشر میں رہتے ہیں
مقام ان کا نہ فرش زمیں نہ عرش بریں
وہ اپنے چاہنے والوں کے گھر میں رہتے ہیں
ملائکہ بھی عقیدت سے دیکھتے ہیں انھیں
جو خوش نصیب نبی کے نگر میں رہتے ہیں
یقین والے کہاں سے چلے کہاں پہونچے
جو اہل شک ہیں اگر میں مگر میں رہتے ہیں
خدا کے نور کو اپنی طرح سمجھتے ہیں
یہ کون لوگ ہیں کس کے اثر میں رہتے ہیں
رہیں وہ اپنوں سے غافل ارے معاذ اللہ
خوشا نصیب ہم انکی نظر میں رہتے ہیں
وہ اور ہی تھا جو قوسین پر نظر آیا
مَلک تو اپنی حد بال و پر میں رہتے ہیں
جو اختر ان کے تصور میں صبح و شام کریں
کہیں بھی رہتے ہوں طیبہ نگر میں رہتے ہیں۔

حسن خورشید نہ مہتاب کا جلوہ دیکھو ☆ آؤ احمد کے کفِ پا کا تماشہ دیکھو
دیکھنے والو دیارِ شہِ بطحا دیکھو ☆ فرش کی گود میں ہے عرش معلیٰ دیکھو
چہرۂ ماہ کو بے داغ تو ہو لینے دو ☆ اس میں پھر جا کے کہیں عکس کفِ پا دیکھو
زاہد و خار صفت خلد بھی ہو جائے گی ☆ کاش تم کوچۂ شاہنشہ بطحا دیکھو
خواہش جلوۂ سینا بھی بجا ہے لیکن ☆ طور بھی رشک کرے جس پہ وہ جلوہ دیکھو
میری تقصیر ہے کیا تیرے کرم سے بھی فزوں ☆ دیکھو تم اپنا کرم ہاتھ نہ میرا دیکھو
خالِ رخِ زلفِ معنبر کی سیاہی کا امیں ☆ خوش نصیبو مرا تاریک نصیبہ دیکھو
ان کے غم سے میری آنکھوں کو ملا اوج فلک ☆ نوکِ غمزہ پہ چمکتا ہے ستارہ دیکھو
چشم خاطر کو جو ہو نور بصیرت مقصود ☆ دیکھنے والو ذرا گنبد خضریٰ دیکھو

کس نے سرکایا نقابِ رخِ روشن اختر
ہر طرف ایک قیامت سی ہے برپا دیکھو

☆☆☆

حسن پہ جس کے شیدا ہو رب جہاں
اے خوشا بخت وہ مہ لقا گیا

●●●●●●

غالبًا ان کے زلفوں کو چھو آئی ہے
کر رہی ہے صبا عطر افشانیاں

●●●●●●

سوچتا ہوں کیا کہوں میں، کیا نظر آنے لگا
وہ ریاض برزخ کبریٰ نظر آنے لگا

تونے اعجاز کمال بندگی دیکھا نہیں
بھیس میں بندہ کے خود مولا نظر آنے لگا

نور و بشریٰ مل گئے اور بن گیا نوری بشر
رہ کے پردے میں وہ بے پردہ نظر آنے لگا

پھوٹتے ہی ان کے ہونٹوں پہ تبسم کی کرن
غیرت خورشید ہر ذرہ نظر آنے لگا

جاکے موسیٰ سے بھی کہہ دو وہ بھی آکر دیکھ لیں
اس کے رخ پہ میم کا پردہ نظر آنے لگا

اے غم ہجر نبی صد بار تیرا شکریہ
دل مرا کعبہ کا بھی کعبہ نظر آنے لگا

میں نے سمجھا عرشِ اعظم ہی اتر کر آگیا
جب تمہارا گنبد خضریٰ نظر آنے لگا

آنکھ جب تک بند تھی اک آدمی سمجھا تجھے
اور جب وا ہوگئی کیا کیا نظر آنے لگا

تو فنا فی الحق ہوا، پھر کیا ہوا، میں کیا کہوں
قطرہ دریا میں گیا دریا نظر آنے لگا

انکی یادوں میں جو ٹپکا اشک اختر آنکھ سے
منزلت میں عرش کا تارا نظر آنے لگا

❖❖❖

کس لئے فکر کریں حشر کے دن کیا ہوگا
سامنے ان کے جو کچھ ہوگا وہ اچھا ہوگا

جذبۂ عشق بتا وقت وہ کیسا ہوگا
سامنے جب مرے سرکار کا روضہ ہوگا

انکے ہوتے ہوئے ظلمت کا تصور کیسا؟
قبر میں میری اجالا ہی اجالا ہوگا

نفسی نفسی کے سوا جب نہ سجھائی دیگا
ربِّ ہَب لی کی صدا کوئی لگاتا ہوگا

میں تو غرقاب تھا ساحل سے لگایا کس نے؟
میرا مولا، میرا آقا ، میرا داتا ہوگا

اے حسین بن علی تیری شہادت کو سلام
دینِ حق اب نہ کسی دور میں تنہا ہوگا

رب نے چاہا تو قیامت میں سبھی دیکھیں گے
ان کے قدموں میں پڑا اخترؔ خستہ ہوگا

ضیائے ماہ نہ خورشید کے جمال میں ہے
جو بات میرے نبی آپکے بلال میں ہے
جواب سل میں طلب کی رفاقتِ جنت
کمال ہوش ربیعہ ترے سوال میں ہے
خدا بھی جس کو رؤف رّحیم کہتا ہے
مرا نبی ہے وہی! حشر کس خیال میں ہے
غلاف کعبہ کہاں گنبد رسول کہاں
فراق میں ہے کہاں رنگ جو وصال میں ہے
رہی خدا کو بھی منظور اس کی خوشنودی
نہ پوچھ مجھ سے کہ کیا آمنہ کے لال میں ہے
یہ راز آیہ تطہیر سے کھلا اختر
ردا کے نیچے جو ہے ظل ذوالجلال میں ہے

اس روئے والضحیٰ کی صفا کچھ نہ پوچھئے
آئینہ جمال خدا کچھ نہ پوچھئے
ہم سے سیاہ بختوں کو سائے میں لے لیا
فضل سحاب زلفِ دوتا کچھ نہ پوچھئے
قوسین پردہ نورِ اَو ادنیٰ میں چھپ گئے
پھر کیا ہوا ہوا جو ہوا کچھ نہ پوچھئے
ان کے حضور ہاتھ اٹھانے کی دیر تھی
پھر کیا ملا ملا جو ملا کچھ نہ پوچھئے
اپنے کو دے دیا ہمیں خواجہ کی شکل میں
میرے نبی کی شان عطا کچھ نہ پوچھئے
وہ آخری گھڑی میری بالیں پہ آگئے
حیرت سے تک رہی تھی قضا کچھ نہ پوچھئے
خواجہ کے در کا ایک میں ادنیٰ غلام ہوں
آزاد ہوں بس اس کے سوا کچھ نہ پوچھئے
آواز دے رہا ہے یمن کا غریق عشق
فرقت کے روز و شب کا مزا کچھ نہ پوچھئے
اختر فضائے خلد بریں خوب تر سہی
شہرِ نبی کی آب و ہوا کچھ نہ پوچھئے

☆☆☆

ذکر جہاں میں ہم سب پڑکر کیوں ضائع لمحات کریں
آؤ پڑھیں والشمس کی سورت روئے نبی کی بات کریں
جن کے آنے کی برکت سے دھرتی کی تقدیر کھلی
آؤ ہم سب ان چرنوں پر جان ودل سوغات کریں
نور خدا ہے نور نبی ہے نور ہے دیں اور نور کتاب
ہم ایسے روشن قسمت کیوں تاریکی کی بات کریں
رحمت والے پیارے نبی پر پڑھتے رہو دن رات درود
آؤ لوگوں اپنے اوپر رحمت کی برسات کریں
کیا یہ صورت ان کو دکھانے کے لائق ہے غور کرو
سامنے ان کے ہوں شرمندہ کیوں ایسے حالات کریں
قبر میں ھَاھَا لَا اَدرِیْ کہنے کی رسوائی سے بچو
بگڑی حالت کب بنتی ہے چاہے لاکھ ھَیْھَاتَ کریں
اہل عشق گزر جاتے ہیں دارونار کی منزل سے
اہل خرد کے بس میں نہیں ہے اہل عشق کی مات کریں
رات پر ان کی زلف کے سائے دن عارض کا صدقہ لائے
کیوں نہ پھر انکے دیوانے یاد انھیں دن رات کریں
یہ لذات کی دنیا کب تک؟ اس کی اسیری ٹھیک نہیں
آؤ سمجھ سے کام لیں اخترؔ خود کو طالب ذات کریں

❖❖❖❖

وہ مری جان بھی جان کی جان بھی میرا ایمان بھی روح ایمان بھی

مہبط وحی آیات قرآن بھی اور قرآن بھی روح قرآن بھی

نور و بشریٰ کا یہ امتزاج حسیں جیسے انگشتری میں چمکتا نگیں

عالم نور میں نور رحمٰن بھی عالم اِنس میں پیک انسان بھی

نے نبی کو ملی وسعتِ دم زدن نہ ملک کی زباں کو مجال سخن

لی مَعَ اللہ وَقتٌ سے ظاہر ہوا ہے تمہارے لئے ایک وہ آن بھی

مجھ سے مت پوچھ معراج کا واقعہ ہے مشیت کے رازوں کا اِک سلسلہ

دل کو ان کی رسائی پہ ایمان بھی عقل ایسی رسائی پہ حیران بھی

کیا بتاؤں قیامت کا میں ماجرا رحمتوں غفلتوں کا ہے اک معرکہ

دل کو انکی شفاعت پہ ایمان بھی عقل اپنے کئے پر پشیمان بھی

ناز سے ایک دن آپ نے یہ کہا یہ بتا طائر سدرۃ المنتہیٰ

ہے ترے سامنے عالم کن فکاں تو نے پائی کسی میں مری شان بھی

بولے یہ حضرت جبرئیل امیں اے نگاہ مشیت کے زہرہ جبیں

ہو ترا مثل کوئی، کبھی اور کہیں رب نے رکھا نہیں اس کا امکان بھی

انکی رحمت پہ اختر دل و جاں فدا جن کو کہتا ہے سارا جہاں مصطفیٰ

گو مری زندگی ان سے غافل رہی وہ نہ غافل رہے مجھ سے اک آن بھی

اس دیارِ قدس میں لازم ہے اے دل احتیاط　　بے ادب ہیں کر نہیں پاتے جو غافل احتیاط

جی میں آتا ہے لپٹ جاؤں مزار پاک سے　　کیا کروں ہے میرے ارمانوں کی قاتل احتیاط

اضطراب عشق کا اظہار ہو بے حرف و صوت　　اے غم دل احتیاط اے وحشت دل احتیاط

عشق کی خود رفتگی بھی حسن سے کچھ کم نہیں　　ہے مگر اس حسن کے رخسار کا تل احتیاط

انکے دامن تک پہونچ جائیں نہ چھینٹیں خون کی　　ہے تڑپنے میں بھی لازم مرغ بسمل احتیاط

آبتاؤں تجھ کو میں ارشاد اَوْ اَدنیٰ کا راز　　ان کے ذکر قرب میں لازم ہے کامل احتیاط

صرف سدرہ تک رفاقت اور پھر عذر لطیف　　عقل والو ہے ادائے عقل کامل احتیاط

بس اسی کو ہے ثنائے مصطفیٰ لکھنے کا حق　　جس قلم کی روشنائی میں ہو شامل احتیاط

نام پر توحید کے انکار تعظیم رسول　　کیا غضب ہے کفر کو کہتے ہیں جاہل احتیاط

اس ادب نا آشنا ماحول میں اختر کہیں　　رہ نہ جائے ہو کے مثل حرف باطل احتیاط

میری موت پہ نہ جاؤ مری موت اک گھڑی ہے
میں غلام مصطفیٰ ہوں مری زندگی بڑی ہے

یہ زمانے والے کہدو مرے سامنے نہ آئیں
میں گدائے مصطفیٰ ہوں مجھے ان سے کیا پڑی ہے

تری رحمتوں کے جلوے مری غفلتوں کے کھٹکے
ایک عجیب ملتقیٰ پر مری زندگی کھڑی ہے

دم نزع آکے دیجے غم و خوف سے رہائی
میرے حق میں میرے آقا یہ گھڑی بڑی کڑی ہے

وہ حقیقۃ الحقائق جو ہے افضل الخلائق
اسے اپنا سا جو سمجھے وہ دماغ کا سڑی ہے

نہ طاقت لسانی نہ جسارتِ نظارہ
کیا بتاؤں اپنی حالت نظر ان سے جب لڑی ہے

غمِ فرقت نبی میں جو نظر بہائے آنسو
ہے خدا گواہ اختر وہ نصیب کی بڑی ہے

روشن زمیں ہوئی تو حسیں آسماں ہوا
نورِ رخِ نبی سے منور جہاں ہوا
صد شکر اے وفورِ مسرت کے آنسوؤں
دامانِ عشق غیرتِ ہفت آسماں ہوا
مٹ کے غبار راہ دیارِ نبیؐ بنا
میں یوں شریک قافلۂ کہکشاں ہوا
کیا خوب ہے کمال تصرف کی یہ مثال
پروردۂ نبی پہ خدا کا گماں ہوا
چشم علی میں کیوں نہ ہوں یکساں شہود وغیب
زیب نگاہ کحل لعاب دہاں ہوا
نعت رسول آیۂ رحمت کا ہے کرم
میں ہم زبان انجمن قدسیاں ہوا
اخترؔ یہ راز فہم بشر کیا سمجھ سکے
کیسے مکان[1] زیب دۂ لامکاں ہوا

☆☆☆

(۱) مکان سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس بشری ہے۔ نور محمدی جس میں مکین ہے۔

صرف اتنا ہی نہیں غم سے رہائی مل جائے
وہ جو مل جائیں تو پھر ساری خدائی مل جائے

میں یہ سمجھوں گا مجھے دولتِ کونین ملی
راہ طیبہ کی اگر آبلہ پائی مل جائے

دور رکھنا ہو تو پھر جذب اویسی دیدو
تا کہ مجھ کو بھی تو کچھ کیف جدائی مل جائے

عرش بھی سمجھے ہوئی اس کو بھی معراج نصیب
ان کے دیوانے کے دل تک جو رسائی مل جائے

ہو عطا ہم کو بھی سرکار عبادت کا شعور
ہم کو بھی ذائقہ ناصیہ سائی مل جائے

اللہ اللہ رے اس عارض والشمس کا نور
جس پہ پڑجائے اسے دل کی صفائی مل جائے

جس کو سہنا نہ پڑے پھر الم ہجر وفراق
اختر خستہ جگر کو وہ رسائی مل جائے

بنی ہے مرکز چشم زمانہ بے خودی اپنی
بڑھادی ہے کسی کی دلکشی نے دلکشی اپنی
ہمیں کافی ہے بس فکر ونظر کی روشنی اپنی
نہ دے اے چاند ہم کو چاردن کی چاندنی اپنی
میرا گھر پھونکنے والے بڑا ممنون ہوں تیرا
چمن کی تیرگی کو چاہئے تھی روشنی اپنی
فراق یار! ان آنکھوں کا پتھرانا بھی کیا شئے ہے
نہ شب کی تیرگی اپنی نہ دن کی روشنی اپنی
سرِ مژگاں پہ کچھ سیال موتی جگمگاتے ہیں
اسے میں روشنی ان کی کہوں یا روشنی اپنی
میرے اعمال کس لائق ہیں بس اک آسرا یہ ہے
بڑے ہی بخشنے والے سے ہے وابستگی اپنی

کسی دستِ کرم کاایک جرعہ ہم کو کافی ہے
مٹے گی جام و ساغر سے کہیں تشنہ لبی اپنی

زمانہ لاکھ چاہے ہم کبھی مرجھانہیں سکتے
خداکے فضل سے باقی رہے گی تازگی اپنی

پرِ پرواز اس کے ہم نے خود ہی کاٹ ڈالے ہیں
فلک کوبھی نہیں خاطر میں لاتی تھی خودی اپنی

خوداپنے ضعفِ ایمان وعمل نے کردیاپیچھے
زمانہ کی قیادت کررہی تھی آگہی اپنی

میرے اشعار کو میزان فن پر تولنے والو
فقط دل کی تسلی کے لئے ہے شاعری اپنی

پتہ دیتی ہے اس خورشید کامیری درخشانی
میں اخترؔ ہوں نہیں یہ روشنی ہے روشنی اپنی

نگاہ ہے سر نگیں تمہاری
مہ منور جبیں تمہاری
شبیہ کوئی نہیں تمہاری
کہ نازش گل عذار ہو تم

اگر تمہارا ہو اک اشارہ
فلک سے میں نوچ لاؤں تارا
قمر بھی سینہ کرے دو پارا
قرار لیل و نہار ہو تم

چمن کی رنگینیاں تمہیں سے
گلوں میں رعنائیاں تمہیں سے
مہک رہا ہے جہاں تمہیں سے
مرے چمن کی بہار ہو تم

ہمیں ہے بس آپ کا سہارا
جہاں میں کوئی نہیں ہمارا
تو ئی سفینہ تو ئی کنارا
ہمارا دارومدار ہو تم

اگر ہنسو تم جہان ہنس دے
جہاں کیا رب جہان ہنس دے
زمین ہنس سے زمان ہنس دے
زمانے بھر کا قرار ہو تم

یہ مانا کوئی خلیل نکلا
کوئی کلیم جلیل نکلا
کوئی مسیح جمیل نکلا

حبیب پروردگار ہو تم

جو تم کو دیکھے خدا کو دیکھے
جو تم کو سمجھے خدا کو سمجھے
جو تم کو چاہے خدا کو چاہئے

کہ مرأۃ حسن یار ہو تم

زمیں پہ ہے تیز گام کوئی
فلک پہ محو خرام کوئی
خدا سے ہے ہم کلام کوئی

وہ نازش گل عذار ہوتم

ہے کس کا آج عرش پہ بلاوا
براق کس کے لئے ہے آیا
ہے کس کا پا اور رخ فرشتہ

وہ مرأۃ حسن یار ہو تم

تجھے خدا کے سوا نہ جانا
وہ خواہ انسان ہو یا فرشتہ
ہو چاہے بوبکر سا دل آرا

وہ دل کا میرے قرار ہوتم

☆☆☆

تمہاری آمد لئے ہوئے ہے نوید صبح بہار ساقی
گلوں کے لب پہ ہے مسکراہٹ غریق شادی ہیں خار ساقی
کہاں تلک ہائے رہے تحمل کہاں تلک ہائے صبر وپیہم
ذرا چلے دور جام رنگیں غضب ہے اب انتظار ساقی
خرد نے کی لاکھ سعی پیہم نہ مل سکا جادۂ تمنا
خود آئی منزل پکارتے ہم چلے جو دیوانہ وار ساقی
اگر پلک کو ہو ایک جنبش تو ڈوبتا مہر لوٹ آئے
ترے اشارے پہ ہے نچھاور یہ دور لیل و نہار ساقی
کرشمۂ چشم مست دیکھے زمانہ آبے حجاب ہوکر
ہو شعلہ ریزی خزاں کی وجہ نمود صبح بہار ساقی
سنا ہے دارسنان ابروتراش دیتا ہے انگلیوں کو
مگر تری جنبش نظر پہ سر دو عالم نثار ساقی
ہٹا کے پردوں کو روئے انور سے اس طرف کا بھی دیکھ منظر
ہیں طالب دید ایستادہ قطار اندر قطار ساقی
ہماری تشنہ لبی میں مضمر تمہاری توہین ہے سراسر
گواہ ہے خشت میکدہ بھی کہ ہوں ترا بادہ خوار ساقی
ہے شانِ محبوبیت نمایاں تری اداؤں سے مثل خاور
ترا تبسم فروغ ہستی تو نازشِ گل عذار ساقی

لرز اٹھے تارعنکبوتی کے مثل ایوان باطلوں کے
تری صدا ہے قسم خدا کی صدائے پروردگار ساقی
اگرنگاہ کرم اٹھے تو گناہ گاروں کی بھی بن آئے
خدانے بخشا ہے تجھ کو سارے جہان کا اختیار ساقی
تمہارے تلووں پہ جب نچھاور ہے حسن اختر جمال خاور
تم اورتشبیہ آفتابی ہو کیسے پھر خوشگوار ساقی

صبا بصد شان دلربائی ثنائے رب گنگنا رہی ہے
کچھ ایسا محسوس ہورہا ہے کہ وہ مدینے سے آ رہی ہے
مجھے مبارک یہ ناتوانی سہارا دینے وہ اٹھ کے آئے
خرد ہے حیراں کہ اِک توانا کو نا توانی اُٹھا رہی ہے
میں ان عنایات پر نچھاور کبھی نہ رکھا رہین ساغر
نگاہ نوری کا پھر کرم ہے نگاہ نوری پلا رہی ہے
کہیں نہ رہ جائیں ہم خود اپنی ہی حسرتوں کا مزار بنکر
ہماری شمع اُمید کی لو حضور اب جھلملا رہی ہے
زیارت قبر مصطفیٰ ہے شفاعت مصطفیٰ کی ضامن
ہم عاصیوں کو بڑی محبت سے انکی رحمت بلا رہی ہے
سیاہ زلفیں سیاہ کملی سیاہ بختوں کو ہو مبارک
سیاہ بختی کو رحم والی سیاہی کیسا چھپا رہی ہے
حضور مجھ سے وہ کام لیجئے جو قلب انور کو شاد کردے
یہی مری آرزو رہی ہے یہی مری التجا رہی ہے
نہ کیوں ہو وہ بخت کا سکندر کہ جسکی جاں اسکے تن سے باہر
گئی تو بہر خدا گئی ہے رہی تو بہر خدا رہی ہے
نگاہ ادراک میں دیار نبی کے جلوے سما گئے ہیں
نہ پوچھو اختر ہماری بزم خیال کیوں جگمگا رہی ہے

☆☆☆

پشیماں نہ ہوں شرمساروں سے کہدو نبی آگئے غم کے ماروں سے کہدو
مجھے بھاگئے ہیں کھجوروں کے جھرمٹ ذراخلد کے سبزہ زاروں سے کہدو
محمد ﷺ چلے ہیں سوئے عرشِ اعظم ادب سے رہیں چاند تاروں سے کہدو
زمانے کے اندھوں کواحمد کی منزل بتادیں ذراتیس پاروں سے کہدو
مجھے خواب ہی میں نظارہ کرادیں مدینے کے دلکش نظاروں سے کہدو
ذرا چھیڑدیں نغمۂ نعت احمد میری زندگی کے ستاروں سے کہدو
ہے جان گلستاں کی آمد چمن میں ہوں جاروب کش نوبہاروں سے کہدو

یہی تو ہیں اخترؔ مری زندگانی
نہ ہوں سرد دل کے شراروں سے کہدو

زہے تقدیر بیمار محبت چارہ گر آیا سکوں جان عالم راحت قلب ونظر آیا
نظر مائل بہ گریہ تھی وفور شادانی سے عجب تھا ماجرا پیش نظر جب تیرا در آیا
فلک پر بنکے چمکے مثل خاور سارے پیغمبر محمد مصطفیٰ لیکن باندازِ دگر آیا
مٹانے فتنہ انگیزی زمانے کی زمانے سے کنارِ آمنہ میں امن کا پیغامبر آیا
عجب انداز سے توحید کا گاتا ہوا نغمہ نواسنج گلستان براہیمی ادھر آیا
جب آئے جلوہ گاہ رب میں موسیٰ ہوگئے بیخود تبسم تھا لبوں پر جب وہاں خیر البشر آیا
کہیں والیل کا منظر کہیں والشمس کے جلوے نظارہ انکی زلف ورخ میں نظروں کو نظر آیا
کلام اللہ تو کہتا ہے ان کو نور یزدانی مگر کہتے ہیں اہل شر انہیں مجھ سا بشر آیا

تری نغمہ سرائی پر اثر ثابت ہوئی اختر
زبان اہل محفل بول اٹھی نغمہ گر آیا

ہم غریبوں کا آسرا تم ہو بزمِ کونین کی ضیا تم ہو
کون ہے میری زندگی کی بہار راز پنہاں سے آشنا تم ہو
ہوگیا نازشِ دوعالم وہ جس کو کہہ دو مرے گدا تم ہو
اس طرف بھی ذرا نگاہِ کرم دردِ دل کی مرے دوا تم ہو
میرے دل کو ہو خوفِ رہزن کیوں جبکہ خود میرے رہنما تم ہو
عکس ہے تیرا شیشۂ دل میں مرے دل سے کہاں جدا تم ہو
ہم غریبوں کی جھولیاں بھر دو بحرِ جود و سخا شہا تم ہو
پھر بھلا خوفِ موجِ طوفاں کیا میری کشتی کے ناخدا تم ہو

بختِ اختر بھی جگمگا اُٹھا
ملتفت جب سے باخدا تم ہوا

ہوا ہے ضو فگن نورِ رسالت بزمِ امکاں میں — کلی چٹکی کھلے غنچے بہار آئی گلستاں میں
ادھر شیطاں سراپا غرق ہے بحرِ خجالت میں — ادھر صلِّ علیٰ کا شور برپا ہے گلستاں میں
درخشانی یہ اس خورشید کی ہے جس کی آمد سے — تزلزل آ گیا ہے قیصر و کسریٰ کے ایواں میں
محمدؐ یا محمدؐ کی صدا آتی ہے گلشن سے — ہے میلاد النبی کا جشن بزمِ عندلیباں میں

بجھ گئی عشق کی آگ اندھیر ہے وہ حرات گئی وہ شرارہ گیا

دعوتِ حسن کردار بے سود ہے تھا جو حسنِ عمل کا سہارا گیا

جس میں پاس شریعت نہ خوف خدا وہ رہا کیا رہا وہ گیا کیا گیا

ایک تصویر تھی جو مٹادی گئی یہ غلط ہے مسلمان مارا گیا

بدنصیبو! شہنشاہ کونین سے صاحب قربت قاب قوسین سے

تم نے کی دشمنی ہم نے کی دوستی کیا تمہیں مل گیا کیا ہمارا گیا

اے مری قوم کے زاہد وعالمو نخوتِ زہد ودانش بری چیز ہے

کیا مجھے یہ بتانا پڑے گا تمہیں کس سبب سے عزازیل مارا گیا

دوستو! وہ بھی مرنا ہے مرنا کوئی رشک کرتی ہو جس موت پر زندگی

خاک طیبہ میں میرے عناصر ملے عرش پر میری قسمت کا تارا گیا

مر کے طیبہ میں اختر یہ ظاہر ہوا کچھ نہیں فرش سے عرش کا فاصلہ

گود میں لے لیا رفعت عرش نے قبر میں جس گھڑی میں اتارا گیا

❖❖❖

آگئے ہیں وہ زلفیں بکھیرے جن پہ صدقے اُجالے اندھیرے
عرش حق جھوم اٹھا لیا جب نام احمد سویرے سویرے
وہ سراپا ہیں نورالٰہی یہ نہ کہنا کہ ہیں مثل میرے
فرش والے بھی اور چرخ والے ان کے در پہ لگاتے ہیں پھیرے
گرد مہتاب جیسے ہوں تارے یوں صحابہؓ نبی کو ہیں گھیرے
ربط ہے ایسے در سے ہمارا جن کے تابع اجالے اندھیرے

پھر ہو کیوں آرزوئے دوعالم
جب کہ اخترؔ محمد ﷺ ہیں میرے

ہے شانِ درِ مصطفیٰ کیا نرالی کہیں سبز گنبد کہیں سبز جالی
یہ پیشِ ضیائے غبارِ مدینہ مہ چاردہ نے بھی گردن جھکالی
ہماری سمجھ میں یہ اب تک نہ آیا یہ شب ہے کہ ہے عکسِ گیسوئے عالی
سلامت رہے کالی کملی تمہاری ہم ایسوں کی بھی روسیاہی چھپالی
قسم ہے خدا کی درِ مصطفیٰ کا زمیں تو زمیں آسماں ہے سوالی
قمر اپنے سینے کو دو نیم کر دے جو حرکت میں آئے کمانِ ہلالی
کہاں کوئی مخلوق ہے آپ جیسی ہے ضرب المثل آپ کی بے مثالی

ہو خاموش اختر یہ جائے ادب ہے
ہے پیشِ نظر دیکھ روضے کی جالی

اے بادِ صبا رک جا دم بھر سن لے تو میری فریاد و فغاں

سلطانِ دوعالم کے در پر کردینا تو ان باتوں کو عیاں

میں اپنے کئے پر نادم ہوں للّٰلہ چھپالو دامن میں

اظہار خطا سے کیا ہوگا اے واقف اسرارِ پنہاں

یہ شام [illegible]ر یہ [illegible]مر یہ فرشِ زمیں یہ عرش بریں

یہ جن وملک جبریل امیں سب تیرے ہیں زیرِ فرماں

ہر سمت سے موجیں اٹھتی ہیں اک ایک سہارا ٹوٹ گیا

ساحل سے لگادو کشتی کو اے شاہ رسل اے شاہ زماں

کہنا کہ تڑپتا ہے اختر بلوالو اسے در پر سرور

یا اتنا بتادے اے مولا یہ تیرا گدا اب جائے کہاں

عروج آسماں کو بھی نہیں خاطر میں لائیں گے ‏ مقدر سے اگر دو گز زمیں طیبہ میں پائیں گے

مدینے میں سنا ہے بگڑیاں بنتی ہیں قسمت کی ‏ وہاں ہم جاکے اپنا بھی مقدر آزمائیں گے

اگر کل جان جانی ہو تو یارب آج ہی جائے ‏ سنا ہے قبر میں بے پردہ وہ تشریف لائیں گے

کبھی میرا دل مضطر نہ ہوتا کامراں یارب ‏ ذرا ہم بھی تو دیکھیں وہ کہاں تک آزمائیں گے

قسم ہے مالک یوم قیامت کی قیامت میں ‏ مرادیں اپنے دل کی ساقی کوثر سے پائیں گے

مرا دل بن گیا ہے آستانِ صاحب اسریٰ ‏ یہی کعبہ ہے اپنا ہم اسے کعبہ بنائیں گے

بھلا کیا تاب لائے گی نگاہِ حضرت موسیٰ
رخ انور سے وہ اختر اگر پردہ ہٹائیں گے

تیری چوکھٹ تک رسائی گر شہا ہوجائے گی بے وفا تقدیر بھی پیک وفا ہوجائے گی
انکے در پر گر دفور عشق میں سر رکھ دیا ایک سجدے میں ادا ساری قضا ہوجائے گی
ننھے طائر تک اٹھیں گے لیکے جوش انتقام ابرہہ کے ظلم کی جب انتہا ہوجائے گی
میں تو بس ان کی نگاہ لطف کا مشتاق ہوں غم نہیں گر ساری دنیا بے وفا ہوجائے گی
خیر امت کی سند سرکار سے جب مل گئی میری قسمت مجھ سے پھر کیسے خفا ہوجائے گی
ہو رہی ہیں چاند پر جانے کی پیہم کوششیں محو حیرت ہوں یہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

گر کہیں جان چمن اختر چمن میں آ گیا
پتی پتی اس چمن کی ہم نوا ہوجائے گی

جبین شوق کو جب مصطفیٰ کے در سے ٹکرایا
ستارہ میری قسمت کا مہ وخاور سے ٹکرایا
کریمی ان کا شیوہ ہے وہی ہیں رحمت عالم
بھریں گی جھولیاں سرکو جو ان کے در سے ٹکرایا
ہزاروں زندگی قربان ہوجاتی ہیں ایسوں پر
خدا کے واسطے جن کا گلا خنجر سے ٹکرایا
ستارہ ہم گنہگاروں کی قسمت کا چمک اٹھا
نبی نے حشر میں جب سر خدا کے در سے ٹکرایا
فضا میں اس کی اڑتی دھجیاں دیکھی زمانے نے
کوئی بدبخت جب بھی شافع محشر سے ٹکرایا
زمانہ جانتا ہے ، ہے عیاں سارے زمانے پر
ہوا فی النّار جو اللہ کے دلبر سے ٹکرایا
ہوئے ہیں آہنی ابواب بھی دونیم اے اخترؔ
کہ جب دست علی شیر خدا خیبر سے ٹکرایا

تیرہ بختوں کی ہوگئی معراج چرخ پر ہے طلوعِ بدرالدّاج
سبز گنبد میں یوں ہے جلوہ فگن جیسے اک شمع ہو بہ قصر زجاج
تابش مہر اور جمال سحر ہیں فقط عکس چہرۂ وہاّج
پیش پرواز شہپر احمد برق کیا؟ خیرہ ہمدم معراج
کیوں نہ ہو عرش متکا ان کا جبکہ وہ فرق مرسلیں کے ہیں تاج
کون آیا ہے رشک مہروقمر فرش سے عرش تک ہے نور کا راج
موج باطل کو کردیا پسپا مٹ گیا بت پرستیوں کا رواج
شادکامی عنادلوں کی نہ پوچھ آمد نازشِ بہار ہے آج
اپنے بندوں پہ ہو نگاہِ کرم گلشنِ آس ہوگیا تاراج
روزمحشر نبی نے اے اختر
مجھ گنہگار کی بھی رکھ لی لاج

تخت شاہی نہ سیم وگہر چاہئے
یا نبی آپ کا سنگِ در چاہئے
ماہ و خورشید کی کوئی حاجت نہیں
زلف کی شام رخ کی سحر چاہئے
کیا کرونگا میں رضواں تری خلد کو
آمنہ کے دلارے کا گھر چاہئے
چشم دل کے لئے کحل درکار ہے
خاکِ پائے شہ بحرو بر چاہئے
مجھ کو دنیا کی نظروں سے کیا واسطہ
چشم الطاف خیر البشر چاہئے
اپنا دل عشق احمد سے معمور کر
رحمت کبریا تجھ کو گر چاہئے
ان کی یادوں میں رونا بھی ہے بندگی
یاالٰہی مجھے چشم تر چاہئے
زندگانی ہے مطلوب اختر مجھے
سوزش داغہائے جگر چاہئے

وہ جان بہاراں مرے روبرو ہے   نہیں اب مجھے خلد کی آرزو ہے
گراں ہے چمن پروہی نکہت گل   چمن کی حقیقت میں جو آبرو ہے
ترے دستِ نازک میں لڑیاں گلوں کی   مرے ہاتھ میں بلبل پرلہو ہے
مرے دل کی بربادیاں رنگ لائیں   پریشان سا کاکل مشکبو ہے
تری دید اول تری دید آخر   یہی آرزو تھی یہی آرزو ہے
سلامت رہے نرگس مست آگیں   نہیں کچھ بھی پروائے جام وسبو ہے

جہاں جاؤں وہاں نورِ ہدایت ہو تو کیا کہنا　　تصور میں رخِ پاکِ رسالت ہو تو کیا کہنا

گھٹا چھائی فضا ٹھنڈی، ہوا محوِ نوا سنجی　　اب ایسے میں اگر ان کی زیارت ہو تو کیا کہنا

مہک اٹھے ہیں میرے بوستانِ دل کے گل بوٹے　　مرے سرکار آنے کی عنایت ہو تو کیا کہنا

یہاں عقدہ کشائی ہے وہاں رمز آشنائی ہے　　یہ جلوت ہو تو کیا کہنا وہ خلوت ہو تو کیا کہنا

وہی دل ہاں وہی یعنی اسیر کاکلِ مشکیں　　مرے آقا ترا دارالحکومت ہو تو کیا کہنا

نہ آئے یاد کچھ بھی ماسوائے گنبدِ خضریٰ　　مجھے سارے جہاں سے ایسی غفلت ہو تو کیا کہنا

سبق دیتی ہے اے اختر یہی شانِ اُویسانہ
شہیدِ نرگسِ رعنائے فرقت ہو تو کیا کہنا

اللہ رے تیرے درودیوار مدینہ سرتا بقدم سب ہیں پُرانوار مدینہ

اے جلوہ گہہ احمد مختار مدینہ اللہ کے دلدار کے دل دار مدینہ

دنیا میں ہے تو رحمت باری کا وسیلہ ہردم یہ سمجھتے ہیں گنہہ گار مدینہ

ذرے ہیں تیرے چرخ کے تابندہ ستارے فردوس بھی ہے تیری طلب گار مدینہ

طیبہ سے ہم آئے ہیں یہی آرزو لے کر اللہ دکھادے تو پھر اک بار مدینہ

سینے پہ ترے نقش کفِ پائے نبی ہے گودوں میں صداقت کے ہیں ابحار مدینہ

شمشیر شجاعت ہے کہیں جوئے سخاوت شیدا ہے تیرا حیدرِ کرّار مدینہ

فردوس کا منظر نظر آئے اسے پھیکا اک بار جو دیکھے ترا گلزار مدینہ

آغوش محبت میں طلبگارِ سکوں ہے
مداح تیرا اختر ناچار مدینہ

آج کچھ حد سے فزوں سوز نہانی ہے حضور
مضمحل میری طبیعت کی روانی ہے حضور

تیرے ہاتھوں میں مرے ناز غلامی کی ہے لاج
بے لئے در سے نہ اٹھوں گا یہ ٹھانی ہے حضور

تیرا کہلانے کے لائق میں نہیں ہوں نہ سہی
میری نسبت تری چوکھٹ سے پرانی ہے حضور

خود سے آتا ہے یہاں کون ؟ یہ میرا آنا
آپ کی چشم عنایت کی نشانی ہے حضور

آنسوؤں کو مرے دامن کا کنارہ دے دو
اس میں مضمر مری پُردرد کہانی ہے حضور

آپ سے شرح تمنا کی ضرورت کیا ہے؟
سامنے آپ کے ہر سِرِّ نہانی ہے حضور

در پہ لایا ہوں گرفتار خدارا کرلو
نفس بد میرا بڑا دشمن جانی ہے حضور

قطرۂ اشک کو یہ اوج ترے در سے ملا
قطرۂ اشک نہیں دُرِّ یمانی ہے حضور

میرے اعمال پہ للّٰہ نہ مجھ کو چھوڑو
آپ ہی کو مری تقدیر بنانی ہے حضور

کھو نہ جاؤں میں خیالات کی تاریکی میں
نور کی شمع مرے دل میں جلانی ہے حضور

اپنے اختر کی سنو گے یہ سبھی کہتے ہیں
آبرو میری غلامی کی بچانی ہے حضور

❖❖❖

تمہیں تو ہو خاتم پیمبر تمہیں تو ہو شانِ حق کے مظہر
تمہیں ہمارے شفیع محشر تمہیں تو ہو دو جہاں کے رہبر

نہ کوئی والی نہ کوئی ہمسر ہوا ہے سارا زمانہ دشمن
خبر تو لیجئے میرے پیمبر بھٹک رہا ہے غلام دردر

ہزاروں نبیوں کے جمگھٹے میں بجز تمہارے اے کملی والے
ہوئے کلیم و خلیل لیکن ہوا نہ کوئی حبیب داور

کریم تم ہو شفیع تم ہو تمہارے ہاتھوں میں ساری دولت
میں خالی جاؤں بتاؤ کیونکر ہمارے مولا ہمارے سرور

یہی ہے اک التجا ہماری یہی ہے اک آرزو ہماری
بروز محشر اے کملی والے تو رکھنا سایہ ہمارے سر پر

مدینے والے بچانا اس دم لبوں پہ اختر کے جاں ہو جس دم
بس آخری التجا ہے اتنی اے میرے آقا اے میرے سرور

محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

یہ چرخِ بریں یہ قمر یہ ستارے سمندر کی طغیانیاں یہ کنارے
یہ دریا کے بہتے ہوئے صاف دھارے یہ آتش کی سوزش یہ اڑتے شرارے

محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

عنادل کی نغمہ سرائی نہ ہوتی ہنسی گُل کے ہونٹوں پہ آئی نہ ہوتی
کبھی سطوت قیصرائی نہ ہوتی خدا ہوتا لیکن خدائی نہ ہوتی

محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

یہ راتوں کے منظر یہ تاروں کے سائے خراماں خراماں قمر اس میں آئے
مرے قلب مخزوں کو آکر لبھائے لٹاتا ہوا دولت نور جائے

محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

نہ بطن صدف میں درخشندہ ہوتی نہ سبزی قباؤں میں ملبوس گیتی
فلک پہ حسیں کہکشاں بھی نہ ہوتی زمیں کی یہ پرکیف سوتا نہ سوتی

محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

انکی نگاہِ ناز جدھر ہمنوا گئی واللہ کہہ رہاہوں قیامت مچا گئی
عشق نبی پہ عصر کوقربان کردیا کیسے کہوں نماز تمہاری قضا گئی
ہے نام پاک اس کا علی جس کی جان پاک بہر خدا تھی اور برائے خدا گئی

میرے نصیب تیرا نصیبہ چمک اٹھا
ماہ رجب کی تیرہویں تاریخ آ گئی

ناوکاں چشم فسوں ساز کے ہم تک پہونچے
اے زہے بخت ترے لطف وکرم تک پہونچے
اک نہ اک دن چمن وصل کے لوٹیں گے مزے
کیاہوا آج اگرآتش غم تک پہونچے
اجتناب اتنا گناہوں سے نہ کر اے ناصح
اس رحمت کاکرم ہے کہ وہ ہم تک پہونچے
جن کوآنکھوں میں چھپائے تھے وہی اشک حضور
تیری یادوں میں جوڈھلکے توقدم تک پہونچے
لکھ رہاہوں میں ثنائے شہ بطحا اختر
لب جبریل نہ کیوں نوک قلم تک پہونچے

سنتے ہیں کہ وہ جان چمن آئے ہوئے ہیں　　پھر غنچے بتا کس لئے کمہلائے ہوئے ہیں
روشن نظر آتے ہیں در و بامِ تمنا　　تھوڑی سی نقاب آج وہ سرکائے ہوئے ہیں
پرواہ نہیں اپنا بنائیں نہ بنائیں　　ہم تو انھیں اپنائے تھے اپنائے ہوئے ہیں
کیا بات ہے یہ داور محشر کے مقابل　　ہم ہیں بت خاموش وہ شرمائے ہوئے ہیں

اختؔر ہے بہت خوب یہ انداز تکلم
تنہا ہیں مگر بزم کو گرمائے ہوئے ہیں

زہے بخت مل جائے وہ آستانہ جہاں جھک گئی ہے جبین زمانہ
جہاں کا مکیں ہو مرا کملی والا وہیں پر الٰہی ہو ختم فسانہ
نہیں ہوں طلب گار انداز زاہد ہمارا ہو ہر اک قدم حیدرانہ
فلک کو بھی روند آئے میرا نصیبہ ترا گر اشارہ ہو شاہِ زمانہ
فراق محمد میں آنسو بہا کر مجھے آگیا دائمی مسکرانہ
ترے دست پہ چشم تشنہ لباں ہے ادھر ساقیا جامِ رنگیں بڑھانا
ترے اک اشارے پہ ہو جائے آساں خطر ناک طوفان سے کھیل جانا
زباں ہے میری خوگر نعت احمد یہی ہے ہمارے لبوں کا ترانا

اے اختر چلے آؤ طیبہ کی جانب
خدا کا کرم چاہتا ہے بہانہ

ہائے چشمانِ عنایت برق ساماں ہوگئیں　　حسرتیں میری شہیدِ عہد و پیاں ہوگئیں

ہم اسیرانِ قفس کیا سوچ کر ہوں شادماں　　کیا ہوا گر آندھیاں ابرِ بہاراں ہوگئیں

اللہ اللہ رے ندامت کی کرشمہ سازیاں　　ساری عصیاں کاریاں بخشش کا ساماں ہوگئیں

ان کے الطاف و کرم نے اک حسیں کروٹ جو لی　　سرخیاں داغِ عذارِ ماہ رویاں ہوگئیں

اللہ اللہ رے طلسم اشکہائے اضطراب
چشم ہائے ناز بھی گوہر بداماں ہوگئیں

رم جھم رم جھم پانی برسے یادتمہاری دل کوستائے
میری دعا ہے اپنے رب سے ایسی ساعت آکے نہ جائے
لذت الفت غم کے اندرورنہ محبت نام کی اخترؔ
لطف محبت وہ کیا پائے جب تک نہ دل کوتڑپائے
کوئی ہوموسم کوئی زمانہ باز ہے پرنظروں کادہانہ
اپنی آنکھوں کے میں صدقے جن کوفقط برسات ہی بھائے
دل میں بسے ہیں شاہِ مدینہ معرفت اللہ کازینہ
گودمیں منظر گنبد خضریٰ رکھ کرکیوں نہ دل اترائے
پھرتومیرے غمگیں خاطر کی منہ مانگی خواہش برآئے
میرانصیبہ ہواوراخترؔ بے سائے کے لطف کے سائے

کوئے طیبہ کی یاد جب آئے کیوں نہ پہلو میں دل تڑپ جائے
انکے ہونٹوں پہ گر ہنستی آئے چاند کی چاندنی بھی شرمائے
تیرے منگتا اے کملیا والے ہیں تیرے درپہ ہاتھ پھیلائے
اس کو اپنی خبر؟ معاذاللہ نگہٗ ناز جس پہ پڑجائے
دست رحمت کویہ گوارہ کہاں خالی چوکھٹ سے کوئی پھرجائے
نوک غمزہ پہ کچھ ستارے ہیں ان کی فرقت کے یہ ہیں سرمائے
دل میں وہ آنکھ کے دریچوں سے مسکراتے ہوئے اترآئے
آج پھرتے ہیں ان کے دیوانے تخت وتاج شہی کو ٹھکرائے
کیاکریں ہم فراق کے مارے جب مدینے کی یاد تڑپائے
دیکھ کر سبز جالیوں کا سماں گلشن خلد کیوں نہ للچائے
وہ محمد کا آستانہ ہے خود بخود سر جہاں پہ جھک جائے
رہ کے طیبہ سے دور جوگزرے ہم تو اس زندگی سے باز آئے

بول اٹھیں انکی رحمتیں اختر
ہرمصیبت زدہ ادھرآئے

غم کے مارو مسکرانے کا زمانہ آگیا عندلیبو! چہچہانے کا زمانہ آگیا
جس نے گردِ کوئے جاناں سیکڑوں چکر کیے اس قدم پر سر جھکانے کا زمانہ آگیا
بارگاہ نور رب العالمین سے آ گئے اپنی قسمت جگمگانے کا زمانہ آگیا
لیکے رحمت رحمتِ عالم کے در سے آ گئے بحرِ رحمت میں نہانے کا زمانہ آگیا

دیکھئے ہوتی ہے کس جانب نگاہِ نازنیں
اپنی قسمت آزمانے کا زمانہ آگیا

زینتِ دوسرا آیئے اے حبیب خدا آیئے
رو رہی ہے میری زندگی رحمتِ کبریا آیئے
ڈوب جائے نہ کشتی کہیں اے مرے ناخدا آیئے
کب تک آخر بھٹکتا رہوں نور ربّ العلا آیئے
گل نہ ہو جائے شمع امید جلد بہر خدا آیئے
ہوں گرفتار در دو الم دافع ہر بلا آیئے

کیا کہے اختر مضمحل
ہے یہی التجا آیئے

وَاَنتُمُ الاَعلَونَ اِن کُنتُم مُؤمِنِینَ

نہ رکھا ذہن میں اندیشہ سود وزیاں ہم نے
یہی باعث ہے پایا خود کو ہر جا کامراں ہم نے

کیا ہے یہ بھی اک احسان تجھ پر باغیاں ہم نے
چنا ہے تیرے گلشن کو برائے آشیاں ہم نے

ہماری جنبش ا برو کا افسوں کوئی کیا جانے
بدل ڈالا ہے پل بھر میں نظام آسماں ہم نے

زمانے نے ہمارے عشق کا انجام دیکھا ہے
کیا ہے آتش نمرود کو بھی گل فشاں ہم نے

زمانے نے ہماری قوت پرواز دیکھی ہے
اچھل کر روند ڈالا سینۂ ہفت آسماں ہم نے

شکوہ قیصر و کسریٰ خمیدہ سر نظر آیا
جو لہرا یا سرِ فاران اسلامی نشاں ہم نے

ہماری ناصیہ سائی کی رفعت دیکھتے جاؤ
وہی قبلہ بنا اپنا جھکا یا سر جہاں ہم نے

ہماری جرأتیں اللہ اکبر کچھ نہ پوچھ ہم سے
بنا ڈالا ہے خود برق تپاں کو آشیاں ہم نے

جہاں پر سطوت شاہنشہیت غرق ہو جائے
گزارا ہے اسی دریا سے اپنا کارواں ہم نے

ہمارے گن زمین کربلا گاتی نظر آئی
سنی دجلہ کی لہروں سے بھی اپنی داستاں ہم نے

ہمارے جان و دل میں روح عالم رقص کرتی ہے
خود اپنی ہست کو پایا ہے راز کن فکاں ہم نے

فلک والوں سے پوچھو ننھے ننھے تارے شاہد ہیں
زمیں پر بھی بنائے ہیں ستاروں کے جہاں ہم نے

کہاں تک داستاں اپنی سنائیں مختصر یہ ہے
دیا سارے زمانے کو پیام جاوداں ہم نے

زمانے کو دیا اخلاق کا درس عظیم اختر
اخوت اور محبت کی بہائیں ندیاں ہم نے

ہیں اشک رواں آنکھ سے دل سوز ہیں نالے
افکار زمانہ سے مجھے آکے بچالے
اے کملیا والے

ہے قلزم الحاد میں اسلام کی کشتی
ایسا نہ ہو گودوں میں بھنور اس کو چھپالے
اے کملیا والے

گرتی ہے اگر برق تو بر خرمن مسلم
گر تو نہ سنبھالے تو بھلا کون سنبھالے
اے کملیا والے

اختؔر ہے غریق غم و آلام سراپا
للّٰہ اسے کوچۂ طیبہ میں بلالے
اے کملیا والے

❖❖❖

گر مدینے میں میں پہونچ جاؤں سبز جالی لگالوں سینے سے
جب نظر اٹھ گئی مری جانب میری جھولی بھری نگینے سے

دیکھو دیکھو ذرا اُدھر اختؔر
آرہی ہے گھٹا مدینے سے

❖❖❖

حقیقی زندگی کی ابتداہوتی ہے مدفن سے نقاب الٹے ہوئے آتا ہے کوئی روئے روشن سے

مدینے میں مرادل اوردل میں کملی والا ہے مرادل کم نہیں رضواں تری جنت کے گلشن سے

یہ کون آیایہ کون آیا مرافریادرس بن کر دھواں فریاد بنکر اٹھ رہاہے دل کے گلخن سے

خدا اس کا زمانے کی ہراک شئے باخدا اس کی نچھاور ہوگیا جو مصطفیٰ پر اپنے تن من سے

مقدر سے اگردوگز زمیں طیبہ میں مل جاتی گلستاں چھوڑ دیتا اورباز آتا نشیمن سے

تمہارے بت بنا رکھے ہیں اپنے خانۂ دل میں نہ جانے کیوں محبت ہے مجھے اس آذری پن سے

یہی سچ ہے کہ چھپنے کی ہرایک کوشش ہے لاحاصل نکل آتے ہیں خودجلوے جہاں چھن چھن کے چلمن سے

ہزاروں زندگی دیکھا کہ استقبال کو آئیں بجرم عشق جب شمشیر گزری میری گردن سے

مجھے تسلیم ہے آنکھوں سے تم چھپ جاؤگے لیکن ذرا یہ تو بتاؤ کیسے نکلوگے میرے من سے

لپک کررحمتیں آغوش میں لے لیں گی محشر میں مچل کر جب لپٹ جائیگا عاصی ان کے دامن سے

شکار جلوۂ باطل نگاہیں کب تلک ہوں گی حجاب نورسرکادے جمال روئے روشن سے

وہ کچھ اس طرح آئے سامنے یکبارگی اخترؔ نکل بھاگی مرے پیروں کے نیچے سے زمیں سن سے

نظر کا چار ہونا تھا نگاہِ ناز سے اخترؔ رگوں میں برق سی دوڑی طبیعت ہوگئی جھن سے

❖❖❖

بے سہاروں کا کوئی سہارا نہیں ☆ میری قسمت کا روشن ستارا نہیں
یانبی آیئے رحم فرمایئے ☆ ناؤ طوفان میں ہے کنارا نہیں
یہ ہے رضواں دیارِ حبیب خدا ☆ باغِ خلد بریں کا نظارا نہیں
یہ چمک میری اشکِ ندامت کی ہے ☆ عرشِ اعظم کا کوئی ستارا نہیں
اس کو دنیا و عقبیٰ سے کیا واسطہ ☆ جو مرے کملی والے تمہارا نہیں
جا سکے گا نہ کوئی کبھی خلد میں ☆ تیری انگشت کا گر اشارا نہیں
گل میں انکی مہک چاند میں روشنی ☆ کملی والے نے کس کو سنوارا نہیں
اپنے در پہ ہمیں بھی بلا لیجئے ☆ تجھ بن اے کملی والے گذارا نہیں

کاش آواز آئے لبِ پاک سے
کون کہتا ہے اخترؔ ہمارا نہیں

میرا دردِ جگر کارگر ہوگیا منتظر تھا مگر منتظر ہوگیا
سارا عالم سمت کے اُدھر آگیا تیرا رخ جانِ عالم جدھر ہوگیا
تیری ناراضگی باعثِ مرگ ہے موت کیسی؟ ہمارا تو گھر ہوگیا
میری آنکھوں کو معراج سی مل گئی جب سے تر آپ کا سنگ در ہوگیا
اے غم ہجر احمد ترا شکریہ وجہ تسکین دردِ جگر ہوگیا
کیوں نہ دل میرا اب خانہ نور ہو آمنہ کے دلارے کا گھر ہوگیا
خلد کی ساری رنگینیاں ہیچ ہیں گلشن یار پیش نظر ہوگیا
جس طرف دیکھئے نور ہی نور ہے نازشِ مہر و مہ جلوہ گر ہوگیا

میری جانب نظر کا اٹھانا ہی تھا
بخت اختر بھی رشک قمر ہوگیا

ادھر نہیں یا اُدھر نہیں ہے نبی کا جلوہ کدھر نہیں ہے
مگر جمالِ نبی کو دیکھے بشر کی ایسی نظر نہیں ہے
وفور دیوانگی یہ کیسی یہ شور کیسا در نبی پر
وہ واقفِ راز دل ہیں اختر تجھے یہ شاید خبر نہیں ہے
فلک جو دیکھے مرے قمر کو تو بھول جائے قمر کو اپنے
چھپالے ابرِ سیاہ جس کو مرا قمر وہ قمر نہیں ہے
قسم خدا کی وہ دل نہیں ہے تری محبت ہے جو ہو خالی
وہ آنکھ بھی کوئی آنکھ ہے جو تری جدائی سے تر نہیں ہے
عجب ہے لطف غمِ نبی بھی نہیں اسے حاجت مداوا
دوا ہو جس دردکا مداوا یہ ایسا دردِ جگر نہیں ہے
اٹھادو للّلہ اٹھادو للّلہ نقاب روئے قمرفشاں کو
دکھادو جلوہ کہ تیرے بیمار کو امید سحر نہیں ہے
یہ مانتا ہوں تری نظر میں مری نظر ہے قمر یہ لیکن
میں ان کے تلووٗں کو دیکھتا ہوں مری نظر چاند پر نہیں ہے
ہے مثل اپنے ہتھیلیوں کے زمانۂ ماضی ومضارع
وہ کون سی شئے ہے عقل والو جوان کے پیش نظر نہیں ہے
خدا کے پیارے سے ہو کے بدظن خدا کو بھی کرلیا ہے دشمن
ارے منافق تجھے ہوا کیا ذرا بھی خوفِ سقر نہیں ہے
بربِّ کعبہ کریں گے خود رہبری تمہاری وہ غائبانہ
رہِ طلب میں تجھے اب اختر ضرورت راہبر نہیں ہے

❖❖❖

دنیا ترے گلشن میں ان کے قدم آتے ہیں
رشک چمن وگل جو خاروں کو بناتے ہیں

جب حسن حقیقی کے جلوے نظر آتے ہیں
پھر نقش خیالی کے نقشے کہیں بھاتے ہیں

تقدیر گنہگاراں ہے اوج ثریا پر
مجرم ہی سہی لیکن سرکار کو بھاتے ہیں

یہ ان کی اداؤں کا ادنیٰ سا اشارہ ہے
اک حشر سا ہوتا ہے جس سمت وہ جاتے ہیں

جہان آب وگل میں کون یہ باکر وفر آیا — نچھاور ہونے جن کے پاؤں پر شمس وقمر آیا
ہے جان آرزو تو ایک پر عشاق گونا گوں — کوئی پروانہ ور آیا کوئی دیوانہ ور آیا
غم ہجر وفراق مصطفیٰ آغوش میں لے کر — بڑی ہی شان وشوکت سے مرادر دجگر آیا

فلک کی رفعتیں ہوجائیں گی زیر قدم اختر
محمد مصطفیٰ ﷺ کے زیر پاگر تیرا سر آیا

طبل وعلم وجاہ نہ زرڈھونڈ رہاہوں
اللہ کے محبوب کا گھر ڈھونڈ رہاہوں

ہو جس کے سامنے رخ پُرنور ہر گھڑی
اے اہل نظر ایسی نظر ڈھونڈ رہاہوں

ہر در مری ٹھوکر میں ہے اس در کے مقابل
اے ناصیہ سائی میں وہ در ڈھونڈ رہاہوں

ہوں جلوہ فگن یادِ محمد کے ستارے
میں وہ فلک دیدۂ تر ڈھونڈ رہاہوں

ہے ہوش کی دیوانگی اک رمز ہے اس میں
گیتی پہ میں جبرئیل کے پر ڈھونڈ رہاہوں

اللہ رے میرے شوق تجسس کو تو دیکھو
مسکن ہے میرے دل میں مگر ڈھونڈ رہاہوں

طیبہ کی زمیں مسکن اعلیٰ ہے کہ اختر
اس خاک کی میں راہگذر ڈھونڈ رہاہوں

اے جانِ جہاں تجھ کو ہے کچھ اس کی خبر بھی　　بے تاب ترے ہجر میں دل بھی ہے جگر بھی

تابندگی نقشِ کفِ پا نہ پوچھئے　　سائے کو جن کے پا نہ سکے شمس و قمر بھی

پروازِ شہرِ نبوی کچھ نہ پوچھئے　　پیچھے ہی ہو کے رہ گئے جبریل کے پر بھی

ہر سو ہے نظر اور تغافل ہے تو مجھ سے　　اے حسن! ہے مشتاق تری میری نظر بھی

اختر سبق ملا ہے یہ ہجرِ رسول سے　　بنتے ہیں وجہ زیست کبھی سوز شرر بھی

کتنی حسیں فضا ہے کتنی حسین سحر ہے   کیا بے حجاب میرا وہ مرکز نظر ہے
سورج بھی آگیا ہے دینے خراج تحسین   کس کی ضیاء سے روشن گہوارۂ سحر ہے
ارباب ہوش اس کو جو چاہیں فرض کر لیں   ہر اشک غم حقیقت میں نازش گہر ہے
پا کے رہوں گا ان کو اک دن ضرور ہمدم   یہ عشق میرا بازو یہ عشق میرا پر ہے
وہ دل بھی کوئی دل ہے جو دل ہو تجھ سے خالی   تیرے سوا جو دیکھے وہ بھی کوئی نظر ہے
ورنہ کہاں سے آتا یہ حسن کہکشاں میں   دل میرا کہہ رہا ہے یہ ان کی رہ گزر ہے

اختر چلوں میں تنہا مجھ کو نہیں گوارا
گر وہ نہیں تو ان کا غم میرا ہم سفر ہے

شاہ طیبہ دل میں کیا راز نہاں لے کر چلے　　طائر سدرہ جو سوئے آسماں لے کر چلے
میرا مدفن متصل آقا کی تربت سے رہے　　بس یہی اک آرزو خرد و کلاں لے کر چلے
ہم وطن کو چھوڑ کر اہل وطن سے برکنار　　گلستاں بر دوش بر کف آشیاں لیکر چلے
ہند سے بیزار ہو کے اپنا مسکن چھوڑ کے　　سوئے طیبہ اپنے غم کی داستاں لیکر چلے

اے مرے رب وہ مبارک ساعتیں مجھ کو دکھا
جب کہ اختر سوئے طیبہ کارواں لیکر چلے

سلجھادے جوشانہ دم بھر میں الجھے ہوئے گیسوامت کے

تلواروں کی چھاؤں میں ایسا اک شانہ بنانے جاپہونچا

مانا کہ تن تنہا ہے کھڑا میدان میں لیکن شان ہے یہ

اس شیر کے آگے جو آیا وہ اپنے ٹھکانے جوپہونچا

کربل کے رتیلے میداں میں خود اپنے لہو کی دھاروں سے

تقدیر کا مالک امت کی تقدیر بنانے جاپہونچا

ہوشیہر جبرائیل پریادوشِ نبی یانیزے پر

سراونچا رہے گا اونچا ہی یہ راز بتانے جاپہونچا

کوثر کے کنارے حوروں کے جھرمٹ میں ہے ننھا سا کوئی

معصوم مجاہد جنت میں کیا پیاس بجھانے جاپہونچا

ہم شکل پیمبر وہ دیکھو انوار کے جھرمٹ میں نکلا

ذروں کو بھی رشک مہر جہاں افروز بنانے جاپہونچا

وہ قصر جہاں وہ دین پلا اسلام ہے جس کا نام اختر

یہ ابن زیاداللہ اللہ اس قصر کو ڈھانے جاپہونچا

امتحان وفا

ظلم ڈھاتی آگئی ہے لشکر بادخزاں
زرد ہے رخسار گل اندوہگیں ہیں بلبلاں
ہوگئیں چشمان چرخ نیلگوں یوں خونفشاں
جس طرح سر پہ تنا ہو احمری اک شامیاں

جارہا ہے نور حیدر دشمنوں کے درمیاں
آبروئے اہل گلشن راحت کون ومکاں

سید عالم کا تھا محبوب و پیارا وہ حسین
حیدر کرار کا جو تھا دلارا وہ حسین
فاطمہ زہرا کا تھا جو ماہ پارا وہ حسین
اور حسن کے آسمان دل کا تارا وہ حسین

جارہا ہے سر کٹانے آج امت کے لئے
نرغۂ ظلم وستم میں اس کی راحت کے لئے

گلشنِ اسلام کو جس نے نکھارا وہ حسین
آسمان صدق کا جو تھا منارا وہ حسین
کردیا باطل کو جس نے پارا پارا وہ حسین
گیسوئے ایمان کو جس نے سنوارا وہ حسین

جس نے خون آشام تلواروں کو کچھ سمجھا نہیں
کہہ دیا کہ موت سے شیر خدا ڈرتا نہیں

بن گیا جو سطوت حیدر کا مظہر وہ حسین
نغمۂ حق جس نے گایا زیرِ خنجر وہ حسین
معرکوں میں مسکراتا تھا جو یکسر وہ حسین
تھا جو لختِ خاطر محبوب داور وہ حسین
ختم کرنے جارہاہے دین کی پژمردگی
گلشنِ اسلام کو بخشے گا تازہ زندگی

سامنے ہے لشکر باطل قطار اندرقطار
چورکرنے شیشۂ ملت کو آئے بدشعار
اس طرف تنہا کھڑا ہے لیث شیر کردگار
رحمت اللعالمیں کے دوش اقدس کا سوار
بڑھ رہاہے لیکے آگے ذوالفقار حیدری
جس کی جولانی کے آگے مات کھائے برق بھی

جاتے ہی فوج عدو کوکردیا زیر وزبر
ہوگئی بے سود اعداء کی ہراک تیغ وسپر
اک صدا کانوں سے ٹکرائی محمد کے پسر
وعدۂ طفلی سے کیا توہوگیا ہے بے خبر
سن کے سرکو کردیا خم بارگاہِ ناز میں
کردیا اپنے کو قرباں جلوہ گاہِ ناز میں

اک اکیلی جان پر ہنگامہ آلام ہے
آہ آج اختر اسیر گردش ایام ہے
ہائے قسمت ہوگئے گل شاد کامی کے چراغ
کس قدر تاریک میری صبح میری شام ہے

کیوں خدا جانے مجھے آتا نہیں اس کا یقیں
لوگ کہتے ہیں خوشی بھی ایک شئے کا نام ہے

دل پریشاں آنکھ پرنم لب پہ آہ و زاریاں
اے خوشا قسمت مجھے آرام ہی آرام ہے
طنز اسے ہرگز نہ سمجھیں وہ جو ہیں اہل خرد
غم میں مضمر خوگر غم کے لئے آرام ہے

دوسرے لفظوں میں اسکو یوں بھی کہہ سکتا ہوں میں
اس کا ہر تکشیدہ غم میرے لئے آرام ہے

کہہ رہا ہے کوئی یہ لاتقنطوا کی آڑ سے
بے خبر گلزار آتش زار کا انجام ہے
غالباً یہ ہے صدائے رحمت پروردگار
اپنے مولا کے کرم پر جان ودل سے میں نثار

اے مرے معبود برحق مستعانِ کائنات
اے مرے فریادرس اے خالق موت وحیات

اے محمد کے خدا اے رب صدیق وعمر
تو جو چاہے سینۂ یخ سے ہو باران شرر
صدقۂ خاک کفِ پائے محمد مصطفیٰ
مرے مولا جوہر صبر و رضا کردے عطا

❖❖❖

منقبت

بدرگاہ مولائے کائنات، شیر خدا، امیر المؤمنین سیدنا مولا نا علی
ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وارضاہ عنا

عجب کیا میری قسمت نے اگر معراج پائی ہے
علی کے در پہ میں نے اپنی پیشانی جھکائی ہے

جہالت کے تراشیدہ خدا ہیبت سے کانپ اٹھے
نسیم صبح کعبہ سے یہ کیا پیغام لائی ہے

بڑھیں جب میری جانب قلزم افکار کی موجیں
نجانے کیوں مجھے مشکل کشا کی یاد آئی ہے

اُسے مجبور ہوکر غیب داں کہنا ہی پڑتا ہے
رسول اللہ کے بستر پر جس کو نیند آئی ہے

نماز عصر گر جائے نماز عشق مت چھوٹے
حقیقت میں اسی کا نام زاہد پارسائی ہے

اگر دیکھو تو الفت ان کی بیکار و عبث ٹھہرے
اگر سوچو تو عصیاں کے مرض کی اک دوائی ہے

یہ دنیا کیا قیامت تک نہ اُترے گا خمار اس کا
زہے قسمت مرے ساقی نے وہ صہبا پلائی ہے

ہمارے پاس روزے بھی تھے حج بھی اور نمازیں بھی
مگر محشر میں بس تیری محبت کام آئی ہے
پھر اپنے نام لیواؤں سے کیسے آنکھ پھیرو گے
کہ تم نے غیر کی بھی ڈوبتی کشتی ترائی ہے
بناتے ہی اُڑھادی ہے اسے تطہیر کی چادر
مصور کو بھی کتنا آپ کی تصویر بھائی ہے
کرم ہے حضرت مشکل کشا کی مدح خوانی کا
بڑی وجد آفریں اختر تری نغمہ سرائی ہے

☆☆☆

منقبت

سیمائے کفر جبہہ کلیسا جھکا گئی — کیا شان حیدری تھی زمانہ پہ چھا گئی

ہر سو چھلک رہی ہے مئے کیف و انبساط — بادِ نسیم آ کے یہ کیا گنگنا گئی

رکھا چھپا کے پردۂ تطہیر میں اسے — اللہ کو بھی آپ کی تصویر بھا گئی

اپنی مناؤ خیر مری بد نصیبیو — مولائے کائنات کی تشریف آ گئی

تن بسترِ رسول پہ دل عرشِ آشیاں — دنیا سمجھ رہی تھی انھیں نیند آ گئی

دنیا کی زندگی بھی تو ہے مشکلات سے — کیسے کہوں کہ حاجت مشکل کشا گئی

بختِ سیہ چمک کہ چمکنے کا وقت ہے — ماہ رجب کی تیرھویں تاریخ آ گئی

اختر طلسمِ نرگسِ رعنا نہ پوچھئے
اپنے تو اپنے غیر کو اپنا بنا گئی

منقبت

ہیں نغمہ سنج ہر سو، ہر طرف شور عنادل ہے
کہ گردون ولایت پر طلوع ماہ کامل ہے
مبارک آمد جان بہاراں اہل گلشن کو
ہیں کلیاں شادماں ہر ایک غنچہ آج خوش دل ہے
یہ کسکے حسن محشر خیز کی ہے جلوہ فرمائی
کہ کوئی نیم جاں کوئی مثال مرغ بسمل ہے
یہی ہیں فاتح خیبر، یہی ہیں جان پیغمبر
وہاں کیسے گماں پہنچے جہاں پر انکی منزل ہے
بجھائی تشنگی کربل کی اپنے خوں کے دھاروں سے
سخی کتنا حسین شیر اسد اللہ کا دل ہے
لیا ہے چن انھیں حق نے برائے زینت کعبہ
خدا کا گھر جسے کہتے ہیں وہ حیدر کی منزل ہے
کرے دہن بشر وصف علی ہرگز نہیں ممکن
کہ جن کی تیغ عریاں قہر بہر قلب باطل ہے
فلک کو رشک ہے اے ارض کعبہ تیری قسمت پر
کہ تیری گود میں اعداء دین حق کا قاتل ہے
نہیں کوئی معاون خویش بیگانہ ہمارے ہیں
مدد کردو مرے مشکل کشا اندوہگیں دل ہے
زمانہ کے لئے یہ اک معمہ ہے مگر اختر
محبت سے جوان کی پُر ہوبس دل تو وہی دل ہے

❖❖❖

رخ پہ سبھوں کے ایک مسرت سی چھا گئی ‏ ‏ ‏ چپکے سے کیا نسیم گلوں سے بتا گئی
جب مشکلوں نے میرا تعاقب کیا کبھی ‏ ‏ ‏ میری نگاہ جانب مشکل کشا گئی
بزم بتاں میں کیسی یہ سرگوشیاں ہیں آج ‏ ‏ ‏ ماہ رجب کی تیرہویں تاریخ آ گئی
محروم آرزو میں رہوں یہ محال ہے ‏ ‏ ‏ ٹکرا جو ان کے در سے مری التجا آ گئی
میرے کریم کی جو نگاہ کرم اٹھی ‏ ‏ ‏ اپنے تو اپنے غیر کی بگڑی بنا گئی

آنکھوں سے بے حجاب ہے تقدیر کائنات
کس طرح میں کہوں کہ انھیں نیند آ گئی

شبیر کو سر دیکر اسلام بچانا ہے
امت کے لئے اپنا گھر بار لٹاتا ہے
سوئے ہوئے انساں کو غفلت سے جگاتا ہے
شبیر کو سر دیکر اسلام بچانا ہے

اکبر کی جوانی بھی میدان میں جائے گی
بھیا کی نشانی بھی میدان میں جائے گی
میدان کے شیروں کو میدان میں جانا ہے
شبیر کو سر دیکر اسلام بچانا ہے

پانی کی طلب کیسی احمد کے نواسے کو
پانی کی ضرورت کیا کوثر کے پیاسے کو
اک دن اسے پیاسوں کو خود پانی پلانا ہے
شبیر کو سر دیکر اسلام بچانا ہے

اسلام کی عظمت کا یہ سکہ چلادیگا
دم بھر میں حکومت کی بنیاد ہلادے گا
دم بھر میں حکومت کی بنیاد ہلانا ہے
شبیر کو سر دیکر اسلام بچانا ہے

الفت کسے کہتے ہیں شبیر سے جا پوچھو
محبوب خدا کی اس تصویر سے جا پوچھو
امت کی محبت پہ گھر بار لٹانا ہے
شبیر کو سر دیکر اسلام بچانا ہے

پسپاں ہوئی جاتی ہیں یہ فوج عدو کیونکر
کیااس میں پہونچ آیاہے شیرعلی اکبر
شیروں سے سواشیر داور کا گھرانا ہے
شبیر کو سر دیکر اسلام بچانا ہے

پانی کو الگ پھینکا الفت نے لی انگڑائی
دریا پہ سکینہ جب عباس کو یاد آئی
پیاس اس کی بجھا کرہی پیاس اپنی بجھانا ہے
شبیر کو سر دیکر اسلام بچانا ہے

سجدے سے اٹھاسر جب نیزے کی ہوازینت
معراج ہی اول تھی معراج ہوئی غایت
معراج سے اٹھتے ہیں معراج میں جاناہے
شبیر کوسردیکر اسلام بچاناہے

حق بات کوسنتے ہی تلوار چمکتی ہے
انگارے بھڑکتے ہیں اورآگ برستی ہے
اختر یہ زمانے کادستور پراناہے
شبیرکوسردیکر اسلام بچاناہے

نور حیدر جو کوفے کو جانے لگا
غم کا بادل ہر اک سمت چھانے لگا
اللہ اللہ رے منظرِ کربلا
دیکھ کر آسماں تھرتھرانے لگا
دیکھ کر ننھے اصغر کی بے چینیاں
روحِ انسانیت کو غش آنے لگا
جرأت شیر حیدر کو تو دیکھئے
موت کے سامنے مسکرانے لگا
جس چمن کو بسایا تھا سرکار نے
ظالم اس گلستاں کو مٹانے لگا
خون شبیر کی تو چمک دیکھئے
عالم زندگی جگ مگانے لگا
ہائے اختر بھلا کیا کہوں کیا لکھوں
خامۂ نطق بھی تھرتھرانے لگا

تہنیت در آمد حجاج

آمد حجاج سے صحرا گلستاں ہوگیا
نخل پابند خزاں رشک بہاراں ہوگیا

دیدۂ حیراں کو ہوتا ہے یہ رہ رہ کے گماں
آج ہرذرہ چمن کا ماہ تاباں ہوگیا

کس کی آمد سے چمن میں ہوگیا پید انکھار
کس کی آمد سے سمن خارمغیلاں ہوگیا

آگئے کر کے طواف کعبہ و بیت الحرام
اے خوشا قسمت کی آمرزش کا ساماں ہوگیا

ہفت چکراز صفا تا مروہ کر لینے کے بعد
پل صراطی راستہ تم سب پہ آساں ہوگیا

گنبد خضریٰ کا نظارہ کیا صبح و مسا
سچ ہے قسمت کا ترے تارا درخشاں ہوگیا

قطعہ

منم مرزوق تورزق الٰہی ☆ سرشت ذات تست عالم پناہی
خوشا بندہ نواز ماغریباں سلامت بادایں رحمت نگاہی
انا المرزوق واللہ تعالیٰ ☆ ھوالرازق لکل العالمین
واجلسك علی عرش الکرامۃ وفتح بابك للسائلین
کفی بالفضل انہ قد اقام کاسمك رزقہ للمستعین
علینا الامتنان علی التوالی لمن بعث سراج الغوث فینا
نظر کو نور دیا دل کو تازگی بخشی ☆ جسے زوال نہ آئے وہ زندگی بخشی
کرم تو دیکھو در پاک پر طلب کرکے جو انکی شان کے لائق تھی شئی وہی بخشی

کہتا ہوں اللہ کا پیارا بزم بتاں کی سیر کو نکلا
جاءَ الْحَقُّ وَزَہَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَہُوْقًا
عرش کے تارے فرش کے ذرے آمد سرور پہ کہہ اٹھے
جاءَ الْحَقُّ وَزَہَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَہُوْقًا
کفر کے پیکر شرک کے خوگر خم کیا خانۂ یزداں میں سر
جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا
صنعت آذر صنم پتھر بول اٹھے کعبے میں گر کر
جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا
ہیں متزلزل قصر ضلالت چہرۂ شیطاں پہ چھائی حسرت
جاءَ الْحَقُّ وَزَہَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَہُوْقًا
خلق کے لب پہ نشید محبت مٹ گیا دورِ خون اخوت
جاءَ الْحَقُّ وَزَہَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَہُوْقًا
مہر نبوت چرخ پہ چمکا کون و مکاں میں ہو گیا چرچا
جاءَ الْحَقُّ وَزَہَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَہُوْقًا
ہے اعجاز حبیب داور رسم جہالت مٹ گئی اخترؔ
جاءَ الْحَقُّ وَزَہَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَہُوْقًا

مخمس

برغزل حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان

زمیں پر نازش خلد بریں معلوم ہوتی ہے جھکی ہر اک بلندی کی جبیں معلوم ہوتی ہے
بزیر چرخ، چرخ ہفتمیں معلوم ہوتی ہے مدینے کی زمیں بھی کیا زمیں معلوم ہوتی ہے
لئے آغوش میں عرش بریں معلوم ہوتی ہے

نہیں ہے کوئی تم سا دوسرا میں یارسول اللہ ہے تیرا عکس روئے مہر ومہ میں یارسول اللہ
نہ کیوں عالم ہو تیرے آسرا میں یارسول اللہ ترے جود و کرم کی ہر ادا میں یارسول اللہ
نمود شان رب العالمین معلوم ہوتی ہے

خدا تک ہے پہنچنے کا تو زینہ تیرا کیا کہنا شراب معرفت سے پُر ہے سینہ تیرا کیا کہنا
تری ہر اک گلی ہے رشک سینا تیرا کیا کہنا تعالیٰ اللہ اے ارض مدینہ تیرا کیا کہنا
بلندی عرش کی زیر زمیں معلوم ہوتی ہے

کبھی تیری پلک میں ہوگئی جنبش اگر آقا کلیجہ چاند نے چیرا تو سورج ڈوب کر نکلا
مکاں سے لامکاں تک ہے فقط اک گام کا رستہ سراپا حق سراپا نور بے سایہ ز سرتاپا
بشر کہنے کی کچھ صورت نہیں معلوم ہوتی ہے

بتائے اختر ناداں کیا؟ منزل ہے کیا ان کی خدا ان کا دو عالم کی ہر اک شی باخدا ان کی
سراپا رحمت رب العلا ہے ہر نگہ ان کی سیہ کاران امت کے لئے زلف سیہ ان کی
سراسر رحمت اللعالمیں معلوم ہوتی ہے

ہر اک لب پر رہے گا حشر میں چرچا محمد کا لب محشر پہ بھی ہوگا فقط خطبہ محمد کا
تمہیں معلوم کیا ہے مرتبہ ہے کیا محمد کا گنہگاروں سے پوچھو زاہد ورتبہ محمد کا
انھیں قدر شفیع المذنبیں معلوم ہوتی ہے

محبت تیری زینہ ہے ترے رب کی محبت کا کلام اللہ بھی قائل ہے تیری افضلیت کا
کرے سارا زمانہ لاکھ دعویٰ ہمسریت کا ہر احمق خواب ہی دیکھا کرے اپنی نبوت کا
اسی میں شان ختم المرسلیں معلوم ہوتی ہے

خدا خود مدح خواں ہے جس مقدس آستانے کا جہاں سر ہو گیا خم خود بخود سارے زمانے کا
جہاں پر سلسلہ ہے رحمتوں کے آنے جانے کا نتیجہ یہ ہوا اس آستاں پر سر جھکانے کا
بجائے سنگ در میری جبیں معلوم ہوتی ہے

نگاہ ناز نے ہل چل مچادی ہے مرے دل میں کہاں اب فرق باقی مجھ میں ہے اور مرغ بسمل میں
بتاؤں کیسے اختر کیا ملا ہے ان کی محفل میں خدا جانے کہ سودا سر میں ہے یا درد ہے دل میں
مگر اک چوٹ سی مجھ کو کہیں معلوم ہوتی ہے

تحریضِ عمل

چاہتا ہے گر رہے دونوں جہاں میں سرخرو
پی شراب لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا
دیکھ تجھ سے بے خبر ہے وقت کی کیا آرزو
ہر قدم فاروق سا ہر حوصلہ صدیق خو
تیرے اس مینارۂ تنویر کی تجھ کو قسم
خواب سے اٹھ توڑ دے غفلت کے ہر جام و سبو
ہو کے رہ جائیں گے مال و زر غبارِ نقشِ پا
راہِ حق میں تو بہا کے دیکھ لے اپنا لہو
بادہائے خواب کی سرشاریاں اچھی نہیں
یہ نہیں شایانِ شانِ الَّذِینَ اٰمنوْ
حامیٔ دینِ متیں اک دن بفضلِ کبریا
سلسبیلِ کوثر و تسنیم ہو گی اور تو

اظہار تشکر

اے خدا شکر ترا، شکر ترا، شکر ترا

خاک بے مایہ سے انسان بنایا، مجھ کو
زیور دانش وحکمت سے سجایا مجھ کو
نقش پائے شہ عالم پہ چلایا مجھ کو
اے خدا شکر ترا، شکر ترا، شکر ترا

تیرہ وتار فضا میں، میں بھٹکتا رہتا
اور نہ جانے پہونچتا کہاں، گرتا پڑتا
گر کہیں تیرے کرم سے نہ اُجالا ہوتا
اے خداشکر ترا، شکر ترا، شکر ترا

تیری بخشش نے چلائی جو محبت کی نسیم
غنچۂ روح کھلا پھوٹ پڑی اس سے شمیم
گر گیا تن سے مرے نفرت ووحشت کا گلیم
اے خدا شکر ترا، شکر ترا، شکر ترا

ساقی کوثر و تسنیم کا میخوار کیا
بادۂ حب نبی سے مجھے سرشار کیا
دل تاریک کو رشک مہ ضوبار کیا
اے خدا شکر ترا شکر ترا شکر ترا

تو نے بخشی ہے فضاؤں میں بھی پرواز کی تاب

کردیا خاک کے ذرے کو بھی ہمدوش سحاب
مجھ کو بخشی تیری بخشش نے ادائے شب تاب

اے خدا شکر ترا شکر ترا، شکر ترا

مجھ کو طوفاں سے کھلاتا ہے، سہارا تیرا
غرق ہونے سے بچاتا ہے، سہارا تیرا
اور ساحل سے لگاتا ہے سہارا تیرا

اے خدا شکر ترا، شکر ترا، شکر ترا

ماندگی مجھ میں جو پاتی ہے، عنایت تیری
سرِ شب نیند لگاتی ہے عنایت تیری
میرا دکھ، درد مٹاتی ہے عنایت تیری

اے خدا شکر ترا، شکر ترا، شکر ترا

حسرت و یاس نے جب بھی مجھے بیزار کیا
تیری رحمت نے بڑے پیار سے بیدار کیا
میں تو غفلت میں پڑا تھا مجھے ہشیار کیا

اے خدا شکر ترا شکر ترا شکر ترا

عہدۂ شکر سے ہو عہدہ برا ناممکن
لاکھ اختر ہوں مگر تیری ثنا ناممکن
مرغ شیراز بھی یہ بول اٹھا ''ناممکن''

فریاد

مدینے جانے والے دردمندوں کی صدا سن لے
غریبوں کی حکایت بے کسوں کی التجا سن لے
پکڑ کر روضہ اقدس کی جالی چوم کر کہنا
دل فرقت زدہ کی اے حبیب کبریا سن لے

عنادل مائل شور و فغاں ہیں گل ہیں پژمردہ
خدارا جور دوراں اے زمانے کے شہا سن لے
تمہارے ہجر میں پر درد میری زندگانی ہے
برا ہی چمن کے عندلیب خوشنوا سن لے

گھرا کب سے پڑا ہوں بحر عصیاں کے تھپیڑوں میں
شکستہ ناؤ ہے ناساز رفتار ہوا سن لے
ہے باد صرصر الحاد کی یورش بہر جانب
پڑے ہیں رہزن ایماں بشکل رہنما سن لے

وہ مسلم حرکت غمزہ تھی جن کی قہر ربانی
وہ سہتے ہیں زمانے کی ہر اک جور و جفا سن لے
وہ مسلم مارتا تھا ٹھوکریں جو تخت شاہی پر
وہ مارا مارا پھرتا ہے مثال بے نوا سن لے

نگاہِ لطف ہو حال پریشان مسلماں پر
طفیل گنبدِ خضریٰ ہماری التجا سن لے

یہی اک آرزو ہے میرا مدفن ہو مدینے میں
خلیل ملتجی سن لے میری مدعا سن لے

چمک پاتے ہیں سب تجھ سے مری قسمت بھی چمکا دے
ہمارے مخزن رحم و کرم کان سخا سن لے

یہی ہے مختصر فریاد قلب اختر محزوں
مرے مشکل کشا سن لے مرے حاجت روا سن لے

یدِ بوجہل میں گویا زبان بے زباں ہوگی
اگر جنبش بانگشت امام مرسلاں ہوگی

وداع ماہ رمضان

الوداع اے راحت جانِ مسلماں الوداع
الوداع صدائے بنائے دین وایماں الوداع
کہتا ہے لحظہ بہ لحظہ قلبِ حیراں الوداع
الوداع اے نازش مہردرخشاں الوداع

الوداع اے میرے پیارے ماہ رمضان الوداع

گلشنِ انسانیت میں آیا توبن کے بہار
تیری عظمت خود بیاں کرتا ہے ربّ کردگار
کررہا ہے کیوں جدائی سے میرا سینہ فگار
جارہا ہے چین کو لے کر کہاں فرّخ تبار

الوداع اے میرے پیارے ماہ رمضان الوداع

عندلیبانِ چمن کو کیا مسرت عید سے
ہوگئے جب آج وہ محروم تیری دید سے
دل کو تو مخمور کرتا تھا مئے توحید سے
ہوگئے محروم تیری مئے کی آشا مید سے

الوداع اے میرے پیارے ماہ رمضان الوداع

کیا کہوں جب حال دل ہے سامنے تیرے عیاں
چشم گریہ میں ہے میری بند ہے میرا دہاں
ہے ہماری آج عرض حال سے قاصر زباں
اور اشک غم کا ہے سیلاب آنکھوں سے رواں

الوداع اے میرے پیارے ماہِ رمضان الوداع

آج سونا سا نظر آتا ہے سارا گلستاں
کیوں نظر آتے ہیں ساکت بلبلانِ نغمہ خواں
دل کے ہر گوشے سے آتی ہے صدائے الاماں
اخترؔ خستہ کو بتلا جارہا ہے تو کہاں

الوداع! اے میرے پیارے ماہ رمضان الوداع

☆☆☆

نماز عشق

کیوں چاند ہے پیلا پیلا سا کیوں شور ہے برپا تاروں میں
کیا آج نبی کا لخت جگر ہے تیغوں کی جھنکاروں میں
اس شیرِ خدا کے بچے نے سکھلایا زمانے کو یہ سبق
پیغام حیات نو مضمر ہے شمشیروں کی دھاروں میں
جو خون کی ننھی دھار کبھی نکلی تھی گلوئے اصغر سے
ڈالی ہے اسی نے روح بقا اسلام کے ان گلزاروں میں
اعدائے نبی کے جھرمٹ میں دیکھو تو نبی کے پیاروں کو
جیسے کہ گلِ نکہت افزاں خنداں ہوں ستمگر خاروں میں
کہتے ہیں نماز عشق کسے شبیر سے کوئی جا پوچھے
معبود کی چوکھٹ پر خم ہے سر تیروں کی بوچھاروں میں
وہ سر جو کسی دن چمٹا تھا محبوب خدا کے سینے سے
یہ شامی ناحق کوش اُسے پھرتے ہیں لئے بازاروں میں
اے زر کے پرستارو سوچو رکھا ہے کسے تشنہ تم نے
ہے مصحف رخ کی جس کے جھلک قرآن کے ہر ہر پاروں میں
اک چاند چمکتا ظلمت کے پردوں کو ہٹانے آگے بڑھا
باقی نہ بچا جب کوئی بھی زہرا کے بہتر تاروں میں
تفسیر لن یقتل بننا امت کو سکھانا تھا ورنہ
کاٹے جو گلوئے آل نبی ہے تاب کہاں تلواروں میں

اک پیکر حق وصداقت نے اس راز کوافشاں کرہی دیا
جنت کی بہاریں پنہاں ہیں زنجیروں کی جھنکاروں میں

بیمار سی حالت دیکھ کے تم بیمار نہ سمجھو عابد کو
ہوتے ہیں مسیحا وقت کے جو یہ بھی ہیں انھیں بیماروں میں

اے کوئی لایونی سن لے شبیر ہیں ان مہ پاروں میں
کوئی بھی نہیں ثانی جن کا ان مہروقمران تاروں میں

آباد تھا کرنا امت کے تاراج شدہ گھر کو ورنہ
خیموں کو جلادیں انگارے جرأت یہ کہاں انگاروں میں

اب دست درازی گلچیں کی ان پھولوں تک بھی آپہونچی
اخترؔ جو پلے تھے پیارے خدا کے پیارے نبی کے پیاروں میں

چہرے بتا رہے ہیں یہ بارہ امام کے
سب عکس بے مثال ہیں خیرالانام کے

جو کھو گئے ہیں عارض و گیسوئے یار ہیں
فرصت کہاں کہ پیچھے لگیں صبح وشام کے

دیکھے گئے ہیں قیصر و دارائے وقت بھی
قدموں پہ سر جھکائے تمہارے غلام کے

لَاتَـرۡفَـعُوۡا کہیں تو کہیں لَاتُـقَـدِّمُوۡا
قرآن دے رہا ہے اصول احترام کے

اپنے تو اپنے غیر کے دامن بھی بھر گئے
قربان تیرے جود ترے فیض عام کے

کتنے نظام آئے رہے اور چلے گئے
ٹھہرا نہ کوئی سامنے ان کے نظام کے

ہے دنگ اوج عرش معلٰی بھی دیکھ کر
جلوے تیرے عروج تیرے احتشام کے

اللہ کا کلام تھا طالب حبیب کا
اور حضرت کلیم تھے طالب کلام کے

کہتے ہوئے یہ قطرہ سمندر میں کھو گیا
قربان اس بقا کے نثار اس دوام کے

بے شک ہیں جبرئیل شدید القوٰی مگر
آگے نہ جاسکے وہ میرے خوش خرام کے

اپنا شریک ہم کو کیا لاشریک نے
احکام بھیج کرکے درود وسلام کے

اختر کرم ہے نعت رسول کریم کا
چرچے ہیں ہر دیار میں تیرے کلام کے

منقبت

تابش زندگی مرکزِ آگہی تیری کیا شان ہے خواجۂ خواجگاں
ہے رضا میں تیری تیرے رب کی خوشی میرا ایمان ہے خواجۂ خواجگاں
نور ہی نور ہے تیرے دربار میں غرق ہے روضۂ پاک انوار میں
آپ کی آپ کے رب کی سرکار میں کس قدر مان ہے خواجۂ خواجگاں
اتنا مجھ پر کرم آپ فرمایئے آیئے آیئے بے حجاب آیئے
بخت خفتہ کو آ کر جگا جایئے میرا ارمان ہے خواجۂ خواجگاں
کتنے کھوٹوں کو جس نے کھرا کردیا کتنے سوکھوں کو جس نے ہرا کردیا
غم سے چاہا جسے ماورا کردیا تیرا فیضان ہے خواجۂ خواجگاں
شرم مانع ہے عرض خطا کیلئے لاج رکھ لو ہماری خدا کے لئے
ہاتھ اپنا اٹھا دو دعا کے لئے دل پشیمان ہے خواجۂ خواجگاں
وقت رحلت جبیں پر جو تحریر(1) تھی رفعتِ شان اقدس کی تفسیر تھی
تو حبیب خدا ہے حبیب خدا رب کا اعلان ہے خواجۂ خواجگاں
روحِ شیر خدا راحت فاطمہ مظہر شان مختار ہر دوسرا
ہند کی سرزمیں کیلئے باخدا رب کا احسان ہے خواجۂ خواجگاں
کیوں رہے خوف طوفاں سے اندوہگیں یہ ترا اختر بندہ کمتریں
یہ تصور نہیں کیا سکوں آفریں تو نگہبان ہے خواجۂ خواجگاں

(1) ''ھٰذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ''

خانقاہِ اشرفی

طورسینا ہے کہ ہے یہ خانقاہ اشرفی کس قدر رونق فزا ہے جلوہ گاہ اشرفی
اے دل مضطر نہ گھبرا ہوش میں آ اس جگہ دیکھ وہ پیش نظر ہے بارگاہِ اشرفی
دردول میں لیکے بیٹھا ہوں انہیں کے آس میں دیکھئے ہوتی ہے کب مجھ پر نگاہِ اشرفی
لوگ دامن کو کشادہ کر کے کیوں مسرور ہیں ہاں کہیں اے دل نہ ہو یہ بارگاہِ اشرفی
لاڈلے شیر خدا کے غوث کے فرزند ہیں شاہ سمنان کے ہیں پیارے میرے شاہ اشرفی
ساتھ عالم چھوڑ دے اس کی مجھے پرواہ نہیں میں سگ اشرف ہوں کافی ہے پناہ اشرفی

کاش اختر مجھ کو طیبہ میں ملے تھوڑی سی جا
ورنہ میری قبر ہو اور بارگاہِ اشرفی

چشم الطاف اشرف پیال گئی میرے درد جگر کی دوا مل گئی
دل کو اشرف پیا تیرا غم کیا ملا سچ تو یہ دولتِ بے بہا مل گئی
میں ہوں ممنون تیرا مرے دردِدل حشر میں رحمتِ کبریا مل گئی
تخت کو کیوں نہ وہ ماردے ٹھوکریں تیری چوکھٹ جسے ساقیا مل گئی
اللہ اللہ رے حسن کی تابشیں تیر گی جہاں کو ضیا مل گئی

روحِ افروز اخترؔ تری راگنی
دستِ رحمت سے تجھ کو دعا مل گئی

قطعہ

ان کا نقش قدم پا گئے
گویا منزل کو ہم پا گئے
اخترؔ اب اور کیا چاہئے
ان کی فرقت کا غم پاگئے

نذر عقیدت

بارگاہ غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وہ شہنشاہ روزگار ہوئے مظہر شان کردگار ہوئے
اے خوشا بخت شاہ سمنانی ہم غریبوں کے غم گسار ہوئے
تخت سمناں کو مار کر ٹھوکر سارے عالم کے تاجدار ہوئے
ان کے جلوؤں سے ہے جہاں روشن شمع اشرف پہ جونثار ہوئے
پھر خزاں نے یہاں کا رخ نہ کیا جب سے وہ نازش بہار ہوئے
میرے ساقی نگاہِ لطف وکرم تشنہ لب پھر یہ بادہ خوار ہوئے

کتنے ناوک فگن یہاں اختر
غمزۂ حسن کے شکار ہوئے

خراج عقیدت

شاہ سمناں جو تمہارا ہوگیا پھر زمانہ اس کا سارا ہوگیا
ہوگئی پرنور بزم عاشقاں حسن پنہاں آشکارا ہوگیا
پڑگئی جس پرنگاہِ نازنیں عرش اعظم کاوہ تارا ہوگیا
ڈوبتے میں یادان کی آگئی پیدا طوفاں سے کنارا ہوگیا
چشم پرنم اوردل میں الجھنیں ہجرمیں یوں ہی گزارا ہوگیا
بدنصیبی خوش نصیبی ہوگئی جب تمہارا اک اشارا ہوگیا
اس کے درکی بھی غلامی فخرہے جس کو وہ کہہ دیں ہمارا ہوگیا

خیرہ چشم ماہ و اختر ہوگئی
ان کا جلوہ آشکارہ ہوگا

حالات حاضرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے
بارگاہِ اشرفی رحمۃ اللہ علیہ میں

ہٹ کے ظلمت سے ہم انوار تک آپہونچے ہیں
مرحبا اشرفی دربار تک آپہونچے ہیں

اک نگاہ کرم ولطف کی امید لئے
تیرے بندے تری سرکار تک آپہونچے ہیں

پھر بھلا اپنی رسائی نہ رہے گی کیوں کر
تیری محفل میں تو اغیار تک آپہونچے ہیں

کس کی رحمت نے پکارا ہے بڑے پیار سے آج
نیک تو نیک گنہگار تک آپہونچے ہیں

چوٹ پر چوٹ جو کھائی ہے ہمارے دل نے
عرض کرنے تری سرکار تک آپہونچے ہیں

اضطراب وغم ودردوالم ورنج وبلا
اے مسیحا ترے بیمار تک آپہونچے ہیں

اپنے ہی باغ کے پھولوں کو مسلنے کیلئے
بے وفا کیا ہیں وفادار تک آپہونچے ہیں

مندمل کرتے جو افکار کے ناسوروں کو
حیف صد حیف وہ پیکار تک آپہونچے ہیں

زلف الفت کا یہ الجھاؤ بھلا کیا سلجھے
ہاتھ مشاطہ کے تلوار تک آپہونچے ہیں
سایۂ دست مقدس میں ہیں جو ہاتھ حضور
آج وہ جنگ کے ہتھیار تک آپہونچے ہیں
تونے بخشا ہے جسے اپنی نیابت کا شرف
رُسوا کرنے اسے دیندار تک آپہونچے ہیں
کھاگئے آہ لباسِ گلِ رعنا کا فریب
کاش یہ جانتے ہم خار تک آپہونچے ہیں

رہنمائی کا ملا جن کو شرف ورثے میں
آہ وہ بغض کی دیوار تک آپہونچے ہیں

منقبت

بیادگار حضرت شیخ المشائخ اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ

مدد مدد کہ عجب کش مکش کا عالم ہے　　مرے سفینے سے طوفان آج برہم ہے

پھر آج شانۂ حب رسول آ لے کر　　کہ بکھری بکھری ہوئی زلف بزم عالم ہے

اے آسمان ولایت کے نیر اعظم　　تری نگاہ کا امید وار عالم ہے

تمہارے ہجر کے مارے ہیں خوگر ساون　　ہر ایک فصل میں باران دیدۂ نم ہے

نہ کر خدا کے لئے دیر ساقیا آجا　　کہ روٹھے جام سے ہم جام ہم سے برہم ہے

کروں میں کس لئے اب آرزوئے تاجوری　　ترے گداؤں میں ہوں مرتبہ یہ کیا کم ہے

جھکا ہے خاطر اختر بھی اے مرے آقا
فقط جبیں ہی نہیں در پہ آپ کے خم ہے

تضمین

برشعر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

اندریں محفل کن اندیسے لالۂ رخاں
نازشِ کاہکشاں، غیرت ماہ تاباں
لیک مثل تو ندیدم بہ نگاہ حیراں
اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردۂ وپروردۂ سہ محبوباں

میرے افکار کی زینت میرے اشعار کی جاں
عالم تیرہ وتاریک کے مہر رخشاں
دیکھ کر تجھ کو نواسنج ہوئے ماہ وشاں
اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردۂ و پروردۂ سہ محبوباں

ہر رگ وپے میں مئے خلقِ نبی ہے رقصاں
پھوٹتی ہے رُخِ انور سے شعاعِ جیلاں
غمزۂ نازہے غماز ادائے سمناں
اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردۂ وپروردۂ سہ محبوباں

لب ہیں برگ گل گلزار حبیب رحماں
آنکھ ہیں نرگس رعنائے غزال جیلاں
اوررخسار حسیں ساغر آب زماں
اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردۂ وپروردۂ سہ محبوباں

تیرا سر، ناز کرے جس پہ کلاہِ عرفاں
تیرا در،آکے جہاں خم ہو نعیم دوراں
تیراپا،جس کازمانہ ہے رہین احساں
اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظرکردہ وپروردۂ سہ محبوباں

تیرا باطن ہے میراکعبہ دل قبلہ جاں
تیرے ظاہر پہ ہے آئینہ بھی محو حیراں
کیوں نہ پھربول اٹھے اہل بصیرت کی زباں
اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردۂ وپروردۂ سہ محبوباں

تیری تخصیص نہیں اختر آشفتہ بیاں
کتنے اختر ہیں نشید آرا، ترنم ریزاں
دیکھ خودشیخ رضا بھی ہیں یوں گوہرافشاں
اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردۂ وپروردۂ سہ محبوباں

گلہائے عقیدت

بارگاہِ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ میں

حشمت دینِ متیں دانائے کیف وکم ہوا   پاسبان حق ہوا اسرار کا محرم ہوا

دشمنوں میں بن کے چمکا ذوالفقار حیدری   اور جب اپنوں میں پہونچا پیار کی شبنم ہوا

آسمان زرفشاں ہو یا زمین گل فروش   تو یہاں سے کیا گیا ہراک اسیر غم ہوا

آج تاریکی اُڑاتی ہے اُجالے کا مذاق   کہ جری دنیا کا اک نجم درخشاں کم ہوا

دل میں اپنے عشق پاک مالک عالم لئے   حاضر خلوت سرائے خالق عالم ہوا

پر تو احمد رضا پروردۂ امجد علی   آسمان اتقاء کا نیر اعظم ہوا

زیست ہو سارے جہاں کی کیوں نہ اس کی زندگی   پیکر آدم تھا لیکن وسعت عالم ہوا

کتنی آنکھیں ہیں جو اسکے ہجر میں ہیں اشکبار
دیدۂ اختر فقط تو ہی نہیں پرنم ہوا

پیر عبدالغفور

وہ محبت وہ مروت وہ شرافت تیری
رقص کرتی ہے نگاہوں میں عقیدت تیری

جامۂ فقر میں تو بخت کا اسکندر تھا
آج اعلان یہ کرتی ہے مشیخت تیری

دامن اشرف سمنان ترے سر پر ہوگا
رنگ لائیگی قیامت میں یہ نسبت تیری

نزع کے کرب جگر پاش سے محفوظ رکھا
رب کو منظور تھی کس درجہ رعایت تیری

تو نے پیری میں کیئے کام جواں سالی کے
کتنی مضبوط و توانا تھی نقاہت تیری

عشق کہتے ہیں اسے اس کو فنا کہتے ہیں
صورت شیخ کی آئینہ تھی صورت تیری

کردیا اشرفی سرکار نے سرکار تجھے
عظمت شیخ کی غماز ہے عظمت تیری

دن کو ہشیار رہے رات کو بیدار رہے
تیرے چہرے سے نمایاں تھی ریاضت تیری

جھوم کر اس پہ سدا رحمت باری برسے
نکہت و نور میں ڈوبی رہے تربت تیری

قطعہ

دیکھا ہے چشم چرخ نے لیلیٰ کو بھی شیریں کو بھی
یوسف کو بھی پایا حسین لیکن نہیں تم سا حسین

اختر منقش آسماں یہ شمس یہ نجم وقمر
بس عکس حسن یار ہے اسکے سوا کچھ بھی نہیں

کاروان غم کی خونیں داستانوں کی قسم
کربلا کے بھوکے پیاسے میہمانوں۔۔ کی قسم
ہے نہاں قتلِ حسینؑ میں حیات جاوداں
برلب جوئے رواں پیاسی زبانوں کی قسم

ساقی نے پلادی ہے صہبائے نشاط آور
بے وجہ نہیں اختر رندوں کی یہ سرشاری

سلام ببارگاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

السلام اے رحمت العالمین السلام اے مظہر دین مبیں
السلام اے رونق کون ومکاں السلام اے راز حق کے راز داں
السلام اے صاحب کوثر سلام السلام اے حق کے پیغمبر سلام
السلام اے خاتم پیغمبراں السلام اے رہنمائے رہبراں
السلام اے راحت وآرام جاں السلام اے دستگیر بیکساں
السلام اے پیکر حسن وجمال السلام اے صاحب فضل وکمال
السلام اے رہبر دینِ خدا حامی وناصر مددگار ومعیں
مدعائے مژدۂ عیسیٰ سلام ملتجائے مقصد موسیٰ سلام

کیجئے مقبول اختر کا سلام
شاہ ولیوں کے نبیوں کے امام

سلام اختر بدرگاہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

السلام اے نعمت حق رحمت رب جلیل　　السلام اے دعوتِ عیسیٰ بشارات خلیل
السلام اے پیکر صدق وصفا صبرورضا　　السلام اے صاحب قرآن واخلاق جمیل
السلام اے حجت حق آیۂ رب العُلا　　قول پاک تست دراسلام دعویٰ رادلیل
السلام اے شہرۂ آفاق درروم وعجم　　فتح کردی ہفت اقلیمے دریں عمر قلیل
السلام اے چشمہائے آب شیریں یافتی　　در گلستان اِرم تسنیم و کوثر سلسبیل
نام پاک تو محمد رحمت اللعالمین　　ذات پاک تست ختم المرسلیں بے قال وقیل
تابع فرمان عالی عالم ہژدہ ہزار　　خادم درگاہ توروح الامین وجبرئیل
السّلام اے نام پاک تو شفیع المذنبیں　　ذاتِ پاک تست ہر مخلوق رانعم الوکیل

آمده نعت محمد درکتاب کبریا
ہرگز آساں نیست نقش اخترؔ خوار وذلیل

❖❖❖

حسن پہ جس کے شیداہورب جہاں
اے خوشابخت وہ مہ لقا گیا

❖❖❖

غالبًاان کے زلفوں کوچھوآئی ہے
کر رہی ہے صبا عطر افشانیاں

❖❖❖

سلام عقیدت بروح پاک محبوب رسالت

السلام اے یار غار رحمت للعالمین اسلام اے جانثار مالک دنیا و دیں
السلام اے انتخاب نور رب العالمین السلام اے قلزم اسلام کے درثمیں
السلام اے مظہر شان شفیع المذنبیں مونس و غم خوار محبوب الٰہ لعلمیں
السلام اے مصطفٰے کے جانشین اولیں خاتم سلطان بحرو بر کے تابندہ نگیں

اسلام اے محرم راز نبوت السلام
السلام اے آسمان دین کے ماہ تمام

السلام اے گلستاں احمدی کے باغباں السلام اے پیکر صدق وصفا شیریں بیاں
السلام اے جبکہ تو ہے شان شان ذوالجلال مات کھائے کیوں نہ تیرے عدل سے نوشیرواں
السلام اے گرنگاہ ناز اٹھ جائے ادھر دیکھ کے جائے گی کترا میرے گلشن سے خزاں
السلام اے گررخ زیبا سے ہٹ جائے نقاب ابر میں چھپ جائے مارے شرم مہر ضوفشاں

السلام اے حامل دین شریعت السلام
بادہ خوار جرعۂ دستِ رسالت السلام

السلام اے موج بحر صدق تم پر السلام اعلٰی ہرشئے سے ہوتم بعد پیمبر السلام
السلام اے تیری سیرت کے ثناخواں مصطفٰی ہوسلامی تم پہ ممدوح پیمبر السلام
السلام اے تم ہو محبوب حبیب کبریا السلام اللہ کے دلبر کے دلبر السلام
السلام اے اختر ناچار کے فریاد رس دستگیری کیجئے دست پیمبر السلام

اک نگاہ لطف کی امید رکھتا ہوں حضور
بارش رحمت ہوشان رحمتِ رب غفور

پارۂ دل
مولانا سید محمد مدنی اختؔر کچھوچھوی

''پارۂ دل'' ایک اجمالی نظر

ڈاکٹر سید امین اشرف

''پارۂ دل'' کے خالق حضرت اختر کچھوچھوی صاحب دیوان شاعر سید محمد محدث اعظم (ہند) کے فرزند ہیں اپنی گونا گوں صفات کی وجہ سے خانوادۂ محدث اعظم کو خانوادۂ اشرفیہ کی مختلف شاخوں میں امتیاز و اختصاص حاصل ہے۔ مسلک اہل سنت کی ترویج و اشاعت میں اس خاندان کی مساعئ جمیلہ اور اس خانوادے کے افراد کا تجر علمی اس کی شناخت ہے۔ خود خانوادۂ محدث اعظم میں حضرت اختر کچھوچھوی کی ایک امتیازی شان ہے، ہشت پہل بیک وقت عالم دین، فقیہ، مفسر قرآن، خطیب، شیخ طریقت، اور صوفی منش ہونے کے علاوہ صاحب طرز انشاپرداز اور شاعر بھی ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت اختر شاعری کی طرف کیوں مائل ہوئے۔ اس کا جواب صاف ہے ایسی شخصیت جو گونا گوں فضائل کی حامل ہو اس میں ایک وصف اور سہی۔ یہ اوصاف ایک ہمہ گیر شخصیت کی غمازی کرتے ہیں۔ ایسی ہمہ جہت شخصیت وسعتِ نظر سے مالا مال ہوتی ہے اور اس کی دلچسپیوں کی آماجگاہ وسیع سے وسیع تر ہوتی رہتی ہے، دوسرے یہ کہ ایک وہبی صفت ہونے کے علاوہ شعر گوئی کا یہ ملکہ حضرت اختر کو ورثے میں ملا ہے۔ دادا علامہ فاضل کچھوچھوی کو داغ دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا اور وہ باکمال شاعر تھے، والد مرحوم حضرت محدث اعظم صاحب دیوان شاعر، برادر اکبر سید حسن مثنیٰ انور صاحب طرز ادیب اور شاعر اور خود حضرت اختر کے جد اعلیٰ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی شاعر۔ آپ کا کلام دیوانِ اشرف ناپید ہے، مگر تاریخ و سیر کی مختلف کتابوں میں حضرت کے جستہ جستہ اشعار مل جاتے ہیں جو پند و نصائح سے مملو ہیں۔

تیسرے یہ کہ صوفی پر وجد، سرمستی اور حال کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے اسکے اظہار کے لئے نثری نگارشات سے زیادہ معتبر اور قوی شاعری کا یہ میڈیم ہے اس سے منسلک ایک سوال اور رہ جاتا ہے کہ حضرت اختر کچھوچھوی نعت کے شاعر ہیں تو پھر غزل کی طرف کس طرح راغب ہوئے یہ امر قرین قیاس ہے کہ جو شاعر ایک صنف سخن پر قادر ہے اسے کسی دوسری صنفِ سخن کو اپنانے میں دشواری نہیں ہوتی۔ نعت ہے کیا، شاعری میں عشق رسول ﷺ کا اظہار، عشق رسول تو حضرت اختر کی زندگی کا عنوان ہے اور انکی شاعری کے رگ و پے میں جاری و ساری مگر جہاں ایک شعر گوئی کا معاملہ ہے ابتداء غزل گوئی سے ہی ہوئی ہوگی۔ سودا، ذوق، انشاء قصیدہ نگار شعراء ہیں مگر ان کی شاعری کا آغاز اصلاً غزل سے ہی ہوا ہے۔ فلسفہ خودی کا مبلغ اور قرآنی تعلیمات کا شارح اقبال اپنی شاعری کا آغاز غزل سے کرتا ہے۔

نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی
مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی

میر انیس جیسا با کمال شاعر جو مرثیہ گوئی پر حاکمانہ قدرت رکھتا ہے، اول اول اسنے غزلیہ شاعری کی ہے:

پڑھیں درود نہ کیوں دیکھ کر حسینوں کو
خیالِ صنعت صانع ہے پاک بینوں کو

یہ سوال اہم نہیں ہے کہ حضرت اختر نے شاعری کی شروعات غزل سے کی ہے، نظم سے یا نعت سے "بارانِ رحمت" (نعتیہ شاعری) اور پارہ دل (غزلیہ شاعری) کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اول الذکر کلام میں رچاؤ، پختگی اور الفاظ ومحاورات پر حاکمانہ قدرت زیادہ بھرپور ہے اور اسکے مقابلہ میں فنی ہنرمندی سے بھرپور غزلوں کے علاوہ ایسی غزلیں بھی ہیں جن کا مطالعہ اس امر کا غماز ہے کہ یہی ابتدائی نقوش ہیں۔ چند اشعار دیکھئے :

گستاخ کہہ کے چل دیئے ردِّ سلام میں　کیا یہ صلہ ملا ہے مرے احترام میں
بے ساختہ تھے ملنے پر ایسا بدل گئے　دیتے نہیں جواب ہمارے سلام کا
دل کی دنیا اجاڑنے والے　آج آئے ہیں دل لگانے کو
ادائے بے رخی نے مار ڈالا　تری فتنہ گری نے مار ڈالا
سوچتا ہوں تو کانپ جاتا ہوں　بے قرای کہیں قرار نہ ہو
غالبًا کوئی جانِ بہار آگیا　ہر کلی کے لبوں کو ہنسی مل گئی
تیرے ستم پر تجھ کو دعا دوں　دیکھ مرا ارمان ہے کیسا
حشر کا انتظار کیا معنی　بے حجابی نہیں قیامت کیا
میرے نیاز سے ہے دنیائے ناز تاباں　لیکن سمجھ رہے ہیں عالی جناب الٹا
کیا بات ہے یہ داورِ محشر کے مقابل　ہم ہیں بت خاموش وہ شرمائے ہوئے ہیں
اے مرے بیدادِگر بیداد پر بیداد ہو　تجھ سے کیا مطلب کہ کوئی شاد یا ناشاد ہو
اے جانِ جہاں تجھ کو ہے کچھ اس کی خبر بھی　بے تاب ترے ہجر میں دل بھی ہے جگر بھی
لگے حسن ماہ پر بھی ذرا ایک تازیانہ　ذرا گلعذار چہرے سے نقاب تو اٹھانا
میرے ناصح نے جب انھیں دیکھا　دامن پند و وعظ چھوٹ گیا

محولا بالا اور اس قبیل کے بیشتر اشعار کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حضرت اخترؔ کے عنفوانِ شباب کی شاعری ہے جس کا اصل مرکز مادی عشق ہے اور اس عشق کی تال پر یہ اشعار رقص کر رہے ہیں۔ عشق و محبت کا فیضان بنی نوع انسان میں قدر مشترک ہے یہ کسی خاص وضع قطع کے انسان یا کسی مخصوص زاویہ نظر تک محدود نہیں۔ اس کا وجود مختلف دل و دماغ میں اس کی بساط یا جذباتی شخصیت کے مطابق ہوتا ہے۔ غزل میں اس کا اظہار برملا ہوتا ہے اشارے کنائے میں ہوتا ہے یا بصد حزم و احتیاط اور اکثر یہ بھی مشاہدے میں آتا ہے کہ رمز و کنایہ میں بھی یہ اظہار نہیں ہو پاتا اور کمال ضبط کی وجہ سے دل کی بات دل میں ہی رہ جاتی ہے۔

اس خیال کی وضاحت میرؔ کے اس شعر سے ہوتی ہے۔

کہتے ہو کہ یوں کہتے ، یوں کہتے جو وہ آتا
سب کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا

حضرت اخترؔ کے مندرجہ بالا اشعار پر امیر مینائی اور داغؔ دہلوی کا رنگ حاوی ہے، ان میں محبوب سے شکوہ و شکایت ہے مگر گریہ وزاری نہیں۔ ضبط فغاں ہے آہ و بکا نہیں شوخیٔ طبع ہے مگر پھکڑ پن نہیں، لاگ ڈانٹ، خوش باشی یا وصال طلبی شمہ برابر نہیں۔ حسن پرستی یا عشق مجازی ہے مگر ہوس ناکی نہیں۔ لطافت اظہار اور پاکیزگی بیان کے ساتھ زبان کا چٹخارہ پن بھی ہے مگر ابتذال یا سوقیانہ پن نہیں اور یہ ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ یہ ایک عارف کا کلام ہے۔

سن و سال میں بتدریج ارتقا اور مشق و ممارست کے ساتھ حضرت اخترؔ کی غزلیں بھی ارتقائی منزلیں طے کرتی نظر آرہی ہیں۔ کہیں غالب کی ہلکی سی جھلک جلوہ گر ہے، کہیں آتشؔ کی قلندرانہ شان، کہیں اقبالؔ سے ایک ذہنی وجذباتی قربت ہے تو کہیں پنڈت برج نرائن چکبست کا پرتو، خونِ جگر کی آبیاری کی وجہ سے کلام کا رنگ نکھرتا چلا جارہا ہے، فکر میں بالیدگی پیدا ہو رہی ہے اور اندازِ نظر میں حکیمانہ بصیرت، غالبؔ کی غزل کا مطلع ہے

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا
دل جگر تشنۂ فریاد آیا

حضرت اخترؔ کی غزل کا مطلع ہے

پھر وہی شوخ نظر یاد آیا
راحتِ قلب وجگر یاد آیا

چھ اشعار پر مشتمل یہ غزل رعنائی خیال اور اسلوب کی تازہ کاری کا ایک خوبصورت مرقع ہے غالبؔ کی غزل کا مطلع ہے۔

ظلمت کدے میں میرے شب غم کا جوش ہے
اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے

بحر میں ہلکی سی تبدیلی کے ساتھ حضرت اختر کی غزل کا مطلع ملاحظہ ہو۔

وہ وفا پیکر سنا ہے محو ناؤ نوش ہے
کیا خبر اس کو مری شمع خوشی خاموش ہے

مندرجہ بالا شعر میں جذباتی ہیجان انگیزی نہیں بلکہ یہ حزنیہ لے اور نشاطیہ آہنگ کا آمیزہ ہے غالب کی ایک مشہور غزل کا مطلع ہے:

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

حضرت اختر کی غزل کا مطلع اسی زمین پر ہے :

یاد ہے صحن چمن میں تراخنداں ہونا
اور پھولوں کا وہ انگشت بدنداں ہونا

ماضی کے رومان پرور لمحات کو شاعر نے اپنی یادوں کی گرفت میں لیا ہے اور محبوب کی خندیدگی کے سامنے پھولوں کی شگفتگی کے دعوے کا بطلان کرتا ہوا نظر آتا ہے یہ میر کے شعر سے ملتا جلتا ہوا شعر ہے:

چمن میں گل نے جو کل دعویٰ جمال کیا
جمال یار نے منہ خوب اس کا لال کیا

راقم الحروف کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اساتذۂ سخن کی زمین پر یا ان کے رنگ میں شعر کہنا کارِ دشوار ہے مگر حضرت اختر اس پل صراط سے صحیح سلامت گزر گئے ہیں۔ غزلوں میں جا بجا اقبال سے دلچسپی کے کوندے لپکتے ہیں اقبال کے ایک شعر کا مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے عاصی بندے کی آنکھوں سے نکلے ہوئے آنسو پسند ہیں۔ دیکھئے اس مضمون سے متعلق شاعر مشرق کے شعر سے حضرت اختر کی عارفانہ نظر کو کس قدر مناسبت ہے:

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے
(اقبال)

ضیا جو پھوٹتی ہے قطرۂ اشک ندامت سے
اسے مہر درخشاں کی کرن کہنا ہی پڑتا ہے
(اختر)

پنڈت برج نرائن چکبست کا شعر ہے:

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے انھیں اجزاء کا پریشان ہونا

حضرت اختر کہتے ہیں:

زندگی ہے بے نیازِ زندگی ہونے کا نام
موت کہتے ہیں جسے وہ زندگی کا ہوش ہے

چکبست کا شعر ایک سائنسی حقیقت کا انکشاف ہے اور حضرت اختر کا شعر نفسی حقیقت کا یعنی ہم جسے موت کہتے ہیں وہ دراصل زندگی کا تسلسل ہے۔ غوث اعظم کا قول ہے کہ دولت مند وہ ہے جو دولت سے بے نیاز ہو، حضرت اختر کہتے ہیں کہ اصل زندگی وہی ہے جو زندگی کی سطحی ترغیبات اور نفسانی خواہشات سے آزاد و بے نیاز ہو اور موت کا کھٹکا یوں دامن گیر رہے جیسے یہ کل آنے والی ہے اصل زندگی دنیائے دوں کی نفی ہے۔

آتش کی مشہور غزل ہے:

یہ آرزو تھی تجھے گل کے رُوبرو کرتے
ہم اور بلبل بے تاب گفتگو کرتے

حضرت اختر کی ایک غزل اسی زمین پر ہے:

جو پیش ان کو کبھی ہدیۂ لہو کرتے
تو اس طرح انھیں ہم اور خوبرو کرتے

اول تو شعر مذکور میں 'جو' اور 'تو' کے صوتی آہنگ کا حسن، دوسرے یہ خیال کہ عاشق کی

جگر کادی محبوب کے لب در خسار کا غازہ ہے۔ تیسرے ہدیہ لہو اور خوب رو جیسے نوک پلک سے درست الفاظ شعر کے صوری و معنوی حسن میں چار چاند لگار ہے ہیں۔ اس پوری غزل کا آہنگ موسیقیت سے لبریز اور معنویت کی بوقلمونی سے رنگارنگ ہے اس طرح کے اشعار شاعر کی شگفتہ مزاجی پر دال ہیں۔ عاشق کا محبوب کو لہو پیش کرنا کمال عشق ہے اور محبوب کی قدر شناسی و قدر افزائی بھی۔

اساتذہ سخن کے علاوہ اور بھی دیگر کلاسیکل شعراء کے لہجے کی چھاپ صاف نظر آتی ہے یا ان کی زمین پر مشق سخن، اساتذہ کی زمین میں شعر کہنا جان جوکھم کا کام ہے، مگر حضرت اختر نے اس میدان کو کامیابی سے سر کیا ہے۔ ان شعراء کی زمینوں پر یا ان کے رنگ میں شعر کہنا ہی فنی چابکدستی اور شاعرانہ ہنرمندی کی دلیل ہے، سوال یہ ہے کیا حضرت اختر کی شاعری مختلف کلاسیکل شعراء کی آوازِ بازگشت ہے۔ ایسا اس لئے نہیں ہے کہ حضرت اختر کے مضامین ان شعراء کے موضوعات سے یکسر مختلف ہیں دوسرے یہ کہ اگر صرف اور صرف ایک شاعر کے اثرات ان کی غزلیہ شاعری پر ہوتے تو کہا جاسکتا تھا کہ یہ شاعری فلاں شاعر کی شاعری کا چربہ ہے اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ جس طرح کسی عالیشان مکان کی تعمیر میں سنگ وخشت، چوب ورنگ اور آب وآہن ممدو معاون ہوتے ہیں اسی طرح حضرت اختر نے جملہ اساتذہ سخن کے لب ولہجے کو اپنی جذباتی اور مفکرانہ شخصیت میں اس طرح جذب کر لیا ہے کہ ان متعدد اور متضاد آوازوں کی آمیزش سے ایک ایسی نئی شعری فضا تیار ہوئی ہے جس میں انفرادی شان پائی جاتی ہے اور بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ یہ لہجہ حضرت اختر کچھوچھوی کا اپنا لہجہ ہے۔

حضرت اختر کی عاشقانہ شاعری کی خصوصیات کیا ہے اول تو یہ کہ شاعر کا احساس جمال نہایت تیز اور شدید ہے انگریزی رومانی شاعر کیٹس (KEATS) نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ ''ایک ادنیٰ مخفی اور ہلکا سا بھی احساس جمال میرے جسم کی رگ رگ میں ہیجان پیدا کر دیتا ہے'' حضرت اختر کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے مگر اس ہیجان میں ایک سنبھلی ہوئی کیفیت ہے اور اس کے اظہار میں رکھ رکھاؤ، قد و گیسو کی قیامت خیزیوں، لب

ورخسار کی حلاوت اور چشم وابرو کی فتنہ انگیزیوں کے ذکر میں عامیانہ پن نہیں ہے، مثلاً حضرت اختر کی سراپا نگاری دیکھئے:

یہ بھی ہیں چہرۂ پرنور کے پروانے دو
دوش پر کاکل خمدار کو بل کھانے دو

کہہ رہی ہے رخ پہ یہ بکھری ہوئی زلفِ حسیں
ابر کے پیچھے کوئی برقِ تپاں روپوش ہے

بدمست گھٹاؤ یہ تو کہو اس وقت ہمیں کیا لازم ہے
جب ساغر عارض موج میں ہو جب زلف پریشاں ہو جائے

دوسرے یہ کہ ان عشقیہ غزلوں میں مریضانہ کیفیت نہیں ہے ہمارے اکثر شعراء غزلوں میں اس امر کا اعادہ کرتے رہتے ہیں کہ عاشق مجبور محض ناکام اور غم و آلام میں محصور ہے اور محبوب ستم پیشہ، کج رفتار، بددماغ اور تغافل شعار ہے، اختر کے کلام میں عاشق کی مہجوری اسکی زندگی کا تقاضا ہے محبوب کی ستم رانیوں کا نتیجہ نہیں اس عالم مہجوری میں اختر محبوب کی تغافل زائیوں کا رونا نہیں روتے بلکہ جذب وسرور اور کیف وانبساط میں ڈوب جاتے ہیں اس طرح قاری کی طبیعت پر بجائے افسردگی شگفتگی طاری ہو جاتی ہے تیسرے یہ کہ ان غزلوں میں عاشق کا کردار ایک غیرت مند اور خوددار انسان کا کردار ہے وہ درِ محبوب پر ناصیہ فرسائی نہیں کرتا اور محبوب ستم گر ہوتے ہوئے بھی بے وفا یا ہرجائی نہیں ہے، تمام عشقیہ شاعری میں ضمناً بھی کہیں کسی ''رقیب'' کا ذکر نہیں ہے اور ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ یہ ایک صوفی باصفا کی عشقیہ شاعری ہے اس سلسلہ میں آخری نکتہ یہ ہے کہ ان غزلوں کا محبوب ایک تصویر خیالی یا مثالی محبوب ہے جس کے حسن و جمال کو آب ورنگ عشق نے بخشا ہے، اس کی تائید حضرت اختر کے اس شعر سے ہوتی ہے:

دل عشق آفریں سے ہے مقام حسن کی رفعت
کیا نظروں میں تجھ کو آسماں اے جانِ جاں میں نے

ان اشعار کے علاوہ ''پارۂ دل'' میں ایسی غزلیں بھی ہیں جن کو خالص سماجی وسیاسی صورتحال سے سروکار ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شاعر طبعاً حساس ہوتا ہے اور اپنے اردگرد کے ماحول سے متاثر، حضرت اختر کے ان اشعار میں جن کا تعلق اخلاقی وسماجی اقدار کی پامالی سے ہے یا سیاسی زبوں حالی سے لہجے کی تندی، احتجاج، چیخ و پکار، گھن گرج، یا نعرہ بازی اور بلند آہنگی نہیں ہے، ان میں جرأتِ اظہار کے ساتھ آہستہ آہستہ سلگنے کی کیفیت ہے ان اشعار میں اپنے موقف یا ردعمل کا اظہار شاعر نے نہایت سلیقہ مندی سے کیا ہے جس طرح ایک نہایت ہلکا رنگ کسی تصویر میں چمک پیدا کر دیتا ہے، اسی طرح چند علامات کے استعمال سے شاعر نے فضا آفرینی کا کام کیا ہے، اور چند اشارے صورتحال کی افراتفری، زمانے کے پیچ وخم اور وقت کے نشیب وفراز کی تصویر واضح طور پر نمایاں کر دیتے ہیں یہ علامات ہیں، باغباں، گلشن، آشیاں، صیاد، گل تر، شمع محفل اور قفس وغیرہ، مادرِ وطن کے فروغ اور اس کی مادی، تہذیبی اور معاشی خوشحالی میں ہندوستان کی مختلف قوموں اور نسلوں کی قربانیاں شامل ہیں اور جہاں تک مسلمانوں کا سوال ہے ان کے تعلق سے اس حقیقت کو نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ اس حقیقت کے اظہار میں شاعر کا لہجہ کرب انگیز اور لہجے کا تیور طنزیہ چاشنی سے بھرپور ہے:

کیا ہے یہ بھی اک احسان تجھ پر باغباں میں نے
چنا ہے تیرے گلشن کو برائے آشیاں میں نے

نفاق وافتراق، فرد کی بے بسی، انحطاط پذیر معاشرے کی ابتری وبدحالی اور آئے دن فرقہ وارانہ فسادات کی ہلاکت خیزی کا عکس اس شعر میں دیکھئے:

گلہ کوئی بھی چیرہ دستیِ صیاد سے کیا ہو
جہاں پر خود گل تر تیشۂ صیاد ہوتا ہے

چند خوش حال ممالک اور معدودے چند امیر افراد اور ترقی یافتہ حکومتیں دنیا کی غریب قوموں اور غریب ملکوں کا کس ڈھٹائی اور کس ڈھرلے سے استحصال کرتی ہیں اس کی عکس ریزی اس شعر میں دیکھئے:

ہے میری زندگی ویرانیوں کا مظہر خستہ
مرے دم سے قفس صیاد کا آباد ہوتا ہے

اخلاقی اقدار کا زوال اس شعر میں ملاحظہ ہو جہاں ایک کی برتری و بالا دستی کی اساس دوسرے کی کمزوری اور خستہ حالی ہو:

نہ پوچھو شادمانی باغباں کی
لگی ہے آگ میرے آشیاں میں

شکستِ خواب کا منظر ملاحظہ ہو:

شمع امید فروزاں تھی جہاں پر اختر
اسی محفل میں گلے کٹ گئے ارمانوں کے

یہ عجیب تضاد ہے کہ جسے ہم صبح آزادی کہتے ہیں اس میں غلامی کی شام اور اس کی تاریکی تھرتھرا رہی ہے لبوں پر مُہر ہے اور خیالات کے اظہار پر قدغن:

تاریکی وطن تو مٹی ہے مگر یہ کیا
صبح وطن میں رنگ ہے غربت کی شام کا

زوال پذیر معاشرے کی پیداوار ہے فرد کی ریاکاری اور منافقت:

لب پہ ہنسی اور ہاتھ میں پتھر
آج کا یہ انسان ہے کیسا

اشتراکیت کی یلغار نے دنیا کے سیاسی استحکام اور معاشی نظام کو تہہ و بالا کر دیا۔ آج وہی اشتراکیت پارہ پارہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا سارا زور مادی اور جسمانی نظام پر ہے۔ اس کے برعکس خالص روحانی نظام بھی ملک، معاشرے اور فرد کی ترقی کا ضامن نہیں ہو سکتا، ایک نظام کو یکسر نظر انداز کر کے شخصیت کی نشو ونما ہو سکتی ہے نہ معاشرے کی۔ اس کا واحد حل صرف اسلام میں ہے جو دونوں کے امتزاج میں توازن و اعتدال کو اہمیت دیتا ہے۔ اس کے لئے نمونہ ہمارے سامنے سیرتِ رسول ﷺ ہے اس خیال کے اظہار کے لئے شعر ذیل میں غیر معمولی بصیرت اور دروں بینی کی کارفرمائی ہے:

مجھے معلوم ہے اے اشتراکیت کے فرزندو
حصارِ عافیت کے دعویٰ ہائے بے نشاں کب تک

شعر مذکور کی ساری معنوی خوبی اس کے رمزیہ لب و لہجے "دعویٰ ہائے بے نشاں" میں مستور ہے، یعنی کھوکھلا دعویٰ یا لایعنی تصور اور بے حقیقت فلسفہ۔

"پارۂ دل" میں ایسی غزلیں بھی ہیں جنہیں غزلِ مسلسل کہا جا سکتا ہے۔ ایسی غزل میں خیال کی مرکزیت ہوتی ہے اور ایک شعر دوسرے شعر سے باہم مربوط مگر غزل کی ہیئت کا بنیادی اور روایتی تصور ریزہ خیالی ہے۔ عشقیہ غزلوں اور ایسے اشعار کے علاوہ جن کے محرکات سیاسی، سماجی اور اخلاقی ہیں، بیشتر اشعار تصوف کے زمرے میں آتے ہیں حضرت اختر کی صوفیانہ شاعری کے حوالے سے یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ بقول شیخ علی حزیں "تصوف برائے شعر گفتن خوب است" جیسا کہ ولی دکنی، سراج اورنگ آبادی، میر تقی میر، آتش، غالب اور فانی کی شاعری پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ حضرت اختر کی شاعری صوفیانہ مصطلحات سے گراں بار ہے نہ اس میں فلسفیانہ موشگافیوں کی خیال آرائیاں پھر حضرت اختر کی صوفیانہ شاعری کے محرکات کیا ہیں۔ اول تو یہ کہ جن عناصر سے حضرت اختر کی طبع باطنی مرکب ہے وہ ہیں فقر واستغنا، صبر و توکل، بے نیازی اور دردمندی، دوسرے یہ کہ حضرت اختر ایک کامل شیخ طریقت ہیں اور ظاہر ہے کہ تصوف کی خوبیوں اس کے امکانات وتعینات واوصاف کو انہوں نے اپنی قلندرانہ شخصیت میں جذب کر لیا ہے، راقم الحروف کا ذاتی تجربہ ہے کہ حضرت شیخ تصوف کے مختلف مدارج سے گزرے ہیں اور گزر رہے ہیں مثلاً ذکر و فکر، واقعہ و مکاشفہ، مجاہدہ، محاسبہ، مراقبہ، مشاہدہ اور معائنہ، قاری کی آسانی کے لئے میں اجمالاً وضاحت کرتا چلوں کہ جب شیخ کا ذہن محسوسات سے غائب ہو جاتا ہے تو اس پر غیب کی باتوں کا ظہور ہوتا ہے، یہی واقعہ ہے۔ یہ واقعہ جب عالم بیداری میں میسر ہو تو مکاشفہ، نفس سے جنگ کرنا مجاہدہ اور شیخ کا خود اپنے اعمال کا احتساب کرنا محاسبہ، مراقبہ ہے ذاتِ خداوندی کی یاد میں مستغرق ہو جانا یہاں تک کہ غیر اللہ کا شعور باقی نہ رہے۔ مشاہدہ ہے ذاتِ باری کو اسماء و صفات

کے پردے میں دیکھنا اور معائنہ ہے ذات خداوندی کا دیدار، تجلیات کے پردے کے بغیر کرنا۔ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی اولاد نور العین کے فرزند اور جگر گوشہ محدث اعظم میں ان صوفیانہ عظمتوں کا پایا جانا بعید از قیاس نہیں۔ اس لئے یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ تصوف حضرت اختر کی زندگی ہے اور صوفیانہ اشعار اس زندگی اور اس شخصیت کے گوشوں کے عکس ہائے جمیل۔ اس سلسلہ میں جن صوفی شعراء کی صف میں حضرت اختر آتے ہیں وہ ہیں خواجہ میر درد، شاہ نیاز احمد بریلوی، شاہ تراب علی قلندر، بیدم وارثی، مولانا آسی غازی پوری اور شاہ علی حسین اشرفی۔

صوفیا کے نزدیک انسان دوستی کی بڑی اہمیت ہے ان کے نزدیک تمام عالم انسانیت ایک عالمگیر برادری ہے۔ انسان کے دکھ درد کو سمجھنا، تکالیف میں ان کی مدد کرنا، حق کہنا، راہ مستقیم اختیار کرنا اور اخلاقی خوبیوں پر عمل کرنا آدمیت ہے اور شیوۂ انسانیت، لطائف اشرفی میں حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی سے منقول ہے کہ "میں درجۂ قطبیت و غوثیت تک نماز روزہ سے نہیں پہونچا ہوں بلکہ خلق خدا کی حاجت روائی سے" صوفیا کے نزدیک خدا کے بندے سے محبت خدا سے محبت ہے۔ رواداری اور بے تعصبی صوفیا کی زندگی کا نشان امتیاز ہے۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

حضرت اختر کا شعر ملاحظہ فرمائیے:

آدمی کیا ہے آدمیت کیا
حسن سیرت نہیں تو صورت کیا

اسلئے غالب نے کہا ہے آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا اور مولانا روم فرماتے ہیں۔

آدمی را آدمیت لازم است
عود را گر بو نہ باشد ہیزم است

زہد و تقویٰ نیکی اور پرہیزگاری سے انسان میں ذاتی اوصاف تو پیدا ہو جاتے ہیں مگر اصل انسانی مسئلہ یہ ہے کہ بنی نوع انسان سے اس کے معاملات کس طرح کے ہیں۔ فرد اور معاشرے سے اس کے تعلقات کی نوعیت کیا ہے، انسان آدم خاکی ہے وہ اس کرۂ ارض پر رہتا ہے۔ آیا باوجود ریاضت و عبادت وہ فساد تو نہیں برپا کرتا، شرپسند تو نہیں ہے یا تخریبی کاروائیوں میں تو ملوث نہیں ہے۔ ہمارے سامنے نمونہ سیرت رسول ﷺ ہے، خلفائے راشدین کی زندگی ہے یا اولیاء اللہ کی حیاتِ مبارکہ۔ شعر دیکھئے:

فرشتہ ہوگیا اختر تو کیا ہے
کہو فرزند آدم بن کے آئے

بالفاظ دیگر صوفی کا مذہب رواداری، صلح کل اور وسیع النظری ہے۔ یہ تمام جہان آب گل خدائے وحدہٗ لاشریک کی ذات وصفات کا ظہور ہے اور تمام مظاہر کائنات اس کی ذات وصفات کے آئینے ہیں۔ انسان کا دل وہ کامل ترین آئینہ ہے جس میں وہ آفتاب حقیقت بہ کمال شان جلوہ گر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیا کے کلام میں 'دل' ایک اہم علامت ہے، یہاں تک کہ اسی وجہ سے 'دل' کو کعبہ پر فوقیت دی جاتی ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است، شعر ذیل میں 'سومنات' ایک شاعرانہ تخیل یا تمثیل ہے، اصل شے ہے دل کا محل ظہور الٰہی ہونا جس کے سامنے تاریکیٔ باطل معدوم ہو جاتی ہے اور سوائے جلوۂ الٰہی کچھ نظر نہیں آتا، کمال عشق ہے کہ ہر جگہ اللہ ہی اللہ نظر آئے ورنہ آنکھ ایک ایسا چراغ ہے جو بے نور ہو اور دل محض ایک مضغۂ گوشت۔

برب کعبہ میں کعبہ سے کم نہ سمجھوں گا
دل حزیں جو ترا سومنات ہو جائے

اس حقیقت کا اظہار اقبالؔ نے اس طرح کیا ہے:

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر وزندیق

خود اپنی ذات کی معرفت حاصل کرنا، معرفتِ خداوندی حاصل کرنا ہے:

خود کو پانا ہے حقیقت میں خدا کو پانا
اپنے ہی ہاتھ میں ہے صاحب عرفاں ہونا

''فنا'' کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے باطن پر اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ظہور کا غلبہ اور خدا کے علاوہ کسی شے کا علم و شعور باقی نہ رہے اور فناء الفنا یہ ہے کہ اس بے شعوری کا بھی شعور نہ رہے دل میں صرف خدا کی ذات وصفات کی جلوہ گری ہو اور آنکھوں میں اسی کا جلوہ نظر آئے، یعنی روح کی بصیرت جمالِ الٰہی میں غرق ہو جائے، ''موت'' شعر ذیل میں اسی فنا یا فناء الفنا کے مفہوم میں استعمال ہوئی ہے جو بالآخر جسمانی و روحانی ابتہاج واہتزاز کا نقطہ کمال ہے:

عشق کی اصطلاح میں ہمدم
موت کہتے ہیں مسکرانے کو

اس ''موت'' کی ''فنا'' تک رسائی آسان نہیں:

آنکھ ہے اشک باریوں کے لئے
دل ہے چوٹوں پہ چوٹ کھانے کو

کائنات کے ذرے ذرے میں عشق سرایت کئے ہوئے ہے اور کامل انسانوں کے نفوس میں یہ عشق روحانی کی صورت میں متجلی ہے اس عشق یا عرفان سے پہلے ہوس کی منزل ہے جو حسن کا ایک تجسیمی تصور ہے جہاں عاشق کی نظر صرف قد و گیسو اور لب و رخسار تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہ ہوس جب جل کر عشق میں تبدیل ہوتی ہے تو حسن کا تنزیہی تصور ہے اور مجاز اس کا پہلا زینہ ہے:

رنگینیٔ مجاز حقیقت نما ہوئی
منزل پہ پہونچے سلسلہ عاشقی سے ہم

ان صوفیانہ اشعار سے قطع نظر ایسے بھی اشعار ہیں جن میں ذاتِ مصطفیٰ سے حضرت اختر کے عشق کی جلوہ فرمائی ہے۔ حضرت اختر پر جوش عاشق رسول ہیں مدینے کی

گلیاں حضرت اخترؔ کے نزدیک باغ جناں سے کم نہیں۔ پتہ نہیں کہاں کہاں قدم ناز مصطفیٰ پڑا ہو:

گماں اختر ہوا ان کی گلی میں
پہونچ آیا ہوں میں باغِ جناں میں

واقعہ معراج کی طرف لطیف اشارے دیکھئے:

پھر اس میں آیا کہاں سے کمال رعنائی
اگر یہ کاہکشاں انکی رہگزار نہیں
عظمت انسانیت سمجھے کوئی ممکن نہیں
خاک کا ذرہ سہی لیکن فلک آغوش ہے

ان تمام اشعار میں مذہبی عقیدے کی سختی ہے نہ صوفیانہ مصطلحات کی فراوانی، یہ اشعار ایک درویش کامل کی سادگی انسان دوستی اور حقیقت شناسی کے پرتو ہیں۔ غزلوں میں بدیع و بیان کا تصنع ہے نہ ملمع کاری، نمود و نمائش اور الفاظ و تراکیب کے طمطراق سے دور دور کا واسطہ نہیں۔ ایک قلب بے ریا کی طرح یہ اشعار بھی سادہ و سلیس الفاظ اور لطیف احساسات سے مملو ہیں۔ تلمیحات کا استعمال بھی کم سے کم ہے، مثلاً سر طور، خضر اور مہ کنعاں وغیرہ، مفرس و معرب الفاظ کے استعمال سے حتی الامکان گریز کیا گیا ہے، اسی طرح مشکل اور پیچیدہ تراکیب سے ترکیب سازی شاعر کی قوت ایجاد اور ذہنی اختراع کا پتہ چلتا ہے۔ مگر ان کے استعمال کی کثرت سے شعر کی لطافت مجروح ہوتی ہے ترکیب سازی کلام اخترؔ میں ایک وسیلہ ہے، ترسیل و ابلاغ کا۔ کلام میں گل بوٹے بنانے کا نہیں، مثلاً چند تراکیب ہیں، ناوک نرگس مژگوں، منت کش شمع محفل، شمع سوز دوروں رخ ذرہ پرور، کرم شب تاب، شراب ناب، سایۂ زلف، مشکبار کاکل پر پیچ، پیچ و خم تقدیر، چشم خشم آگیں، منت پیمانہ وسبو، غیرت خضہ اور ستم خوردۂ بہار وغیرہ۔ اسی لئے کلام میں سہل ممتنع کے اشعار بیش از بیش ہیں اور یہ شاعر کی فن کارانہ ہنر مندی پر دال، اسی طرح تشبیہات و استعارات سے بھی کلام کو نہیں سجایا گیا ہے، زیادہ سے زیادہ صنعت تضاد سے کام لیا گیا ہے، تمام اشعار

میں آرائش اظہار کے لئے کوئی شعوری کوشش نظر نہیں آتی۔

ان تمام غزلوں کے مطالعہ کے بعد یہ بات پورے اعتماد سے کہی جاسکتی ہے کہ یہ شاعری خشک ہے نہ محض قافیہ پیائی، اسکی وجہ صاف ہے۔صوفی پر وجد اور سرخوشی کا عالم طاری ہوتا رہتا ہے۔ پایانِ کار کسی صوفی شاعر کا کلام سپاٹ اور بے رنگ نہیں ہوسکتا، ان غزلوں میں جمالیاتی احساس کی شدت کے ساتھ عصری حسیت بھی بدرجہ اتم موجود ہے، یہ غزلیہ شاعری ہے یا لطافتِ احساس ،غنائیت اور موسیقیت کا ایک سیل رواں ۔شعری اظہار میں غیر معمولی سرمستی اور والہانہ پن ہے۔ بعض غزلوں میں قافیے کی تکرار اور اس کے پھیلاؤ نے غزل کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے، مثلاً ''کروں یا نہ کروں''؛ ''ڈر لگتا ہے''، ''کہنا ہی پڑتا ہے'' وغیرہ۔ مجموعی کلام کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ اپنے احساسات .ومشاہدات وتجربات کی ادائیگی میں حضرت اختر تغزل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ۔بعض اشعار ملاحظہ ہوں جہاں جذبہ وفکر کی آمیزش کو تغزل کے رنگ وآہنگ نے چمکا دیا ہے۔ یہ اشعار نہایت مترنم بحر میں ہیں:

سو رہی ہے مری حسرت مجھے آواز نہ دو
جاگ جائے نہ قیامت، مجھے آواز نہ دو

ان کی آنکھوں کو نہ تعبیر کروں آنکھوں سے
سچ جو پوچھو تو نظر آتے ہیں میخانے دو

بھٹکنے میں ہے لطف اے خضر ورنہ
میں ناواقفِ راہ منزل نہیں ہوں

عشق نے ان کے عطا کی ہے یہ وحشت اختر
مجھ کو خود اپنی ہی تصویر سے ڈر لگتا ہے

روشن نظر آتے ہیں درو بام تمنا
تھوڑی سی نقاب آج وہ سرکائے ہوئے ہیں

زندگی انکی نگاہوں سے ملی ہے مجھ کو
نوکِ نشتر کو بھی آتا ہے رگِ جاں ہونا

یہ تیرے پند سر آنکھوں پہ ناصحا لیکن
خدا گواہ محبت پہ اختیار نہیں

اپنے ہی چمن کی بات نہیں اختر وہ جہاں بھی جا پہونچیں
ہر شاخ خوشی سے جھوم اٹھے، ہر پھول غزلخواں ہو جائے

''پارۂ دل'' میں غزلوں کے علاوہ نظمیں بھی شامل ہیں بلکہ ''پارۂ دل'' خود عنوان ہے مجموعہ میں شامل ایک نظم کا، غزل ایجاز واختصار کا آرٹ ہے اور نظم شرح وبسط کا، نظم کا فن ارتکاز کا فن ہے، یعنی مرکزی خیال کی توسیع ۔شعری مجموعے میں شامل زیادہ تر مختصر نظمیں ہیں

اور جو نسبتاً طویل ہیں ان میں تفصیل وطوالت دلچسپی میں سدراہ نہیں ہوتی ۔اظہار و بیان کی صلابت ،فکر واحساس کی گلکاری اور الفاظ ومحاورات پر حاکمانہ قدرت اور جذبات میں ٹھہراؤ ان نظموں کی خصوصیات ہیں، صبح آزادی، نوائے نرم وگرم، ہندوستان کے مسلمانوں سے خطاب، اور ساقی نامہ، خوبصورت نظمیں ہیں، اختر کیراپی کے نام نظم اور نظم بہ عنوان اظہار تشکر، کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اصطلاح عروض میں تضمین ہے کسی مشہور مضمون یا شعر کو اپنی نظم میں داخل یا چسپاں کرنا، شاعر نے نہایت فن کارانہ چابکدستی کے ساتھ اس طرح مصرعے تخلیق کئے ہیں کہ سب آپس میں شیر وشکر نظر آتے ہیں اور ہر شعر بول اٹھتا ہے۔ ''سہرا'' بھی ہمارے شعری ادب میں داخل ہو گیا ہے، اسکی نوعیت ذاتی ہے، آفاقی نہیں مگر شامل مجموعہ سہروں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں روایت کا غلبہ نہیں ہے بلکہ جدت پسندی ہے اشارے محض عروس ونوشاہ کے حسن وجمال کی طرف نہیں بلکہ شانہ بہ شانہ حکیمانہ رموز ونکات کی طرف بھی اشارے ہیں عام طور سے یہ دیکھا گیا ہے کہ عنوان ''سہرا'' ہوتا ہے اور ردیف بھی ''سہرا'' مگر ''پارۂ دل'' میں شامل سہروں کی خوبی یہ ہے کہ ان میں الفاظ وتراکیب کے دروبست میں تغزل کی آب وتاب، رنگینی ورعنائی ہے اور کسی نہ کسی حکیمانہ بصیرت کی طرف اشارا۔

نظموں کے مطالعہ سے حضرت اختؔر کی شاعرانہ مہارت وعظمت میں کسی کمی کا احساس پیدا نہیں ہوتا، مگر سچی بات یہ ہے کہ شاعر کے محسوسات ومشاہدات وتجربات کی اصل جولاں گاہ غزل ہے یہ غزلیں عشقیہ ہوں، صوفیانہ ہوں یا ان کا سروکار عصری حسیت سے ہو ان کی سادگی میں گل پیرہنی حزنیہ لہجے میں سرخوشی، نشاطیہ آہنگ میں رومانی غم انگیزی اور لفظوں کے پیچ وخم میں طنزیہ کاٹ کی آمیزش ہے۔حضرت اختؔر کے صاف وشفاف

اور بے داغ دل کی طرح ''پارۂ دل'' میں بھی ابہام ہے نہ پیچیدگی نہ ژولیدہ خیالی۔

ان غزلوں کا خالق بیک وقت عالم ہے اور عارف بھی اور راقم الحروف کی نگاہ میں خانوادۂ اشرفیہ کی سب سے زیادہ محترم اور بابرکت شخصیت ۔ دل ودماغ کی جمالیاتی آسودگی کے ساتھ ''پارۂ دل'' کا مطالعہ انشراح قلب اور تطہیر جذبات کا خوشگوار وسیلہ ہے،

امید ہے کہ ادبی حلقوں میں اس کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی اور خواص اسے بہ نظر استحسان دیکھیں گے۔

اختر تری غزل میں تابائی ہنر ہے
تم بھی ہو اک ستارے دنیائے اہل فن کے

علی گڑھ

۱۰ر مارچ ۲۰۰۴ء

غزل

قیس وفرہاد نے کھول کر رکھ دیا عشق آساں نہیں ہر کسی کیلئے
دل لگی کو نہ سمجھے کوئی دل لگی دل بڑا چاہئے دل لگی کیلئے

کوئی ہے عقل والا جو سمجھا سکے اس میں کیا درس ہے آدمی کیلئے
شمع اپنا کلیجہ جلاتی رہی کیوں کسی اور کی روشنی کیلئے

اللہ اللہ رے ابر غم کی گھٹا اللہ اللہ رے فکر کی تیرگی
دوپہر کی گھڑی دھوپ پھیلی رہی ہم ترستے رہے روشنی کیلئے

مضطرب ہے وفا مضمحل ہے صفا اور شرم وحیا ہوگئی لاپتہ
آدمی بن کے رہنا بھی اس دور میں کس قدر سخت ہے آدمی کیلئے

کون کہتا ہے ناداں ہیں اہل وفا سیکھ لو ان سے راز فنا وبقا
ہوگئے باخوشی نذر تیغ جفا کس لئے دائمی زندگی کے لئے

جو ہو آفاق میں وجہ نور سحر اسکی آمد کو سمجھو نہ آسان تر
سارے تاروں نے خود کو فنا کردیا ایک خورشید کی زندگی کیلئے

اے مری جان کہتے ہیں اہل کرم دل کا رکھ لینا ہے گویا حج حرم
خواب ہی میں بس اک بار آجایئے اپنے اختر کی خوش اختری کیلئے

نظم گلشن دیکھ، آئین چمن بندی تو دیکھ
پھول کے پہلو میں خاروں کی برومندی تو دیکھ
اور وہ زیب چمن یعنی شمیم جاں فزا
رہ نہیں سکتی چمن میں اُف یہ پابندی تو دیکھ

دیکھ تو داغ عیاں ناسور پنہانی نہ دیکھ
مجھ کو حیراں دیکھ لیکن وجہ حیرانی نہ دیکھ
ہوش میں آ اے مرے دنیائے دل کے محتسب
اپنا دامن دیکھ میری چاک دامانی نہ دیکھ

رات والے حامیٔ انوار ہو سکتے نہیں
جو ہوں بد طینت وہ خوش اطوار ہو سکتے نہیں
ان خدایان چمن کو کیسے سمجھائے کوئی
عصمت گل کے محافظ خار ہو سکتے نہیں

❖❖❖

کیا ہے یہ بھی اک احسان تجھ پر باغباں میں نے
چنا ہے تیرے گلشن کو برائے آشیاں میں نے
دل عشق آفریں سے ہے مقامِ حسن کی رفعت
کیا نظروں میں تجھ کو آسماں اے جانِ جاں میں نے
نگاہوں نے کیا ہے غالباً غمازی خاطر
دیارِ مہرباں میں بند کر لی تھی زباں میں نے
وفورِ رنج و غم میں مسکرانا ہے میرا شیوہ
جفائے یار سے پیدا کیا ربطِ نہاں میں نے
عجب طرفہ تماشہ ہے مزاج عاشقانہ بھی
کیا انگیز ہنستا کھیلتا جور بتاں میں نے
مجھے ڈر ہے کہ چشم پیرگردوں خوں نہ برسائے
کہیں اے ہم نفس چھیڑی جو اپنی داستاں میں نے
نہیں بازیچۂ طفلاں یہ کارِ عشق بھی اختر
یہاں دیکھے ہیں لٹتے حسرتوں کے کارواں میں نے

❖❖❖

خزاں کروٹ بدلتی ہے چمن برباد ہوتا ہے

یہ عبرتناک انجام ستم ایجاد ہوتا ہے　　غباروں کی طرح اٹھتا ہے پھر برباد ہوتا ہے
گلہ کوئی بھی چیرہ دستی صیاد سے کیا ہو　　جہاں پر خود گل تر تیشہ فرہاد ہوتا ہے
ہمارے دل سے کیا تقصیر سرزد ہوگئی کوئی　　ستمگر آج رک رک کے یہ کیوں بیدار ہوتا ہے
ارے اے جان من روح بہاراں تیرے جاتے ہی　　خزاں کروٹ بدلتی ہے چمن برباد ہوتا ہے
ہے میری زندگی ویرانیوں کا مظہر خستہ　　مرے دم سے قفس صیاد کا آباد ہوتا ہے
سکوت وخامشی میں ہے کمال عاشقی مضمر　　وہی غم غم ہے جو بے نالہ وفریاد ہوتا ہے
گلوئے عشق پر خنجر چلائے جا چلائے جا　　تجھے کیا فکر کوئی شاد یا نا شاد ہوتا ہے
قفس ہو حجرۂ زنداں ہو یا صحن گلستاں ہو　　اسیر زلف شب گوں ہر جگہ آزاد ہوتا ہے
کیا تھا عہد تیری بزم میں ہرگز نہ آئینگے　　وفور شوق میں لیکن کسے یہ یاد ہوتا ہے
نگاہ شوخ کی غارت گری کا یہ کرشمہ ہے　　اجڑتا ہے دل صد چاک جب آباد ہوتا ہے

تمیز مہرباں نامہرباں دشوار ہے اختر
سمجھتے ہیں جسے ہم باغباں صیاد ہوتا ہے

روتا ہے نہ ہنستا ہے سنتا نہ بہلتا ہے　　طفل دل ناداں بھی کیا خوب مچلتا ہے
وہ پیش نظر ہے جب کیوں اشک ہے آنکھوں میں　　کھلتے ہیں کہاں تارے جب مہر نکلتا ہے
وہ دیکھ نہیں سکتے آنسو مری آنکھوں میں　　شعلے کا جگر گویا شبنم سے دہلتا ہے
یہ کبر نہیں اچھا نخوت کے پرستارو　　مہتاب بھی بجھتا ہے خورشید بھی ڈھلتا ہے
اس سمت کھنکتے ہیں ساغر ید ساقی میں　　اس سمت دل میکش رہ رہ کے اچھلتا ہے
اک میرا نشیمن ہی تاراج زمانہ تھا　　سنتے میرا گلشن اب پھولتا پھلتا ہے
پنہاں ہے سکوں اختر تاریک نظاروں میں　　ہر چشمۂ حیوانی ظلمت سے ابلتا ہے

کیا وہ مل گیا

وہ مرکز تلاش یہ کہتا ہے برہمن
مندر کو ہے بنائے ہوئے رشک صد چمن
دیکھا ہے میں نے شیخ جی بولے یہ شادکام
کعبے میں ہے بنائے ہوئے اپنا وہ مقام
کوئی لگارہا ہے صدائے تمام اوست
اور کوئی کہہ رہا ہے ہمہ چیز را دروست
قمری کہے کہ ہے وہ قد سرو میں نہاں
مرغ سحر کہے کہ مرے سامنے عیاں
بلبل ہے نغمہ ریز گلوں میں نہاں ہے وہ
بھونرا یہ کہہ رہا ہے کنول آشیاں ہے وہ
بولا چکور چاند میں ہے اس کا آشیاں
کہتے شجر پرست ہیں پیپل میں ضوفشاں
آتش میں وہ ملے گا ہے کچھ لوگوں کا خیال
کچھ کہتے ہیں ہے زیب دۂ مہر خوش جمال
وہ مل گیا کہ آئی ہر اک سمت سے صدا
سنکے اسے تڑپ اٹھا اک پیکر صفا
لبہائے پاک مائل گفتار ہوگئے
ایوان عقل و ہوش شرربار ہوگئے
ایں مدعیان در طلبش بے خبرانند
کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

• • •

کہاں تلاش مسرت کہاں تلاش سکوں؟ خلش وہ دے مجھے یارب رہے جوروز افزوں
یہ مانتا ہوں محبت ہے اک فریب حسیں دل حزیں کو مگر اپنے کیسے سمجھاؤں
انہوں نے مجھ پر نظر ہنس کے ڈال دی آخر سلام درد جگر زندہ باد جوش جنوں
یہی خیال مری زندگی کا باعث ہے تڑپنا میرا کسی کے لئے ہے وجہ سکوں
نظر تو لذت دیدار پا گئی لیکن غریب دل کو ملے زخم ہائے گوناگوں
بجا ہے حسن سے آغاز عشق ہے لیکن ہے عشق ہی کے مقدر میں شیوۂ مجنوں
غرور سحر طرازی کو ٹھیس لگ جائے جو دیکھ لیں وہ کہیں خون آرزو کا فسوں
وجود کون و مکاں ہست کائنات سے پوچھ مری سرشت میں مضمر ہے راز کن فیکوں
جفا نواز مجھی کو بتا رہے ہیں حضور یہ ماننے کی بھلا بات بھی ہے کیوں مانوں؟
سواد گیسوئے پرخم بھی لاجواب نہیں خوشا نصیب کی میں بھی سیاہ قسمت ہوں

وہ ہنس رہے ہیں تو ہنسنے دو اختر خستہ
میں ان کے ظلم و ستم پہ ہوں جان سے مفتوں

دیکھ نہ یہ شگفتگی خندگی خندگی نہیں ان کے بغیر ہم نشیں زندگی زندگی نہیں

ایسا جھکے جبیں تری اپنی بھی کچھ خبر نہ ہو جس میں ہوا اپنا ہوش وہ بندگی بندگی نہیں

کتنے ستارے بجھ گئے کتنے چراغ گل ہوئے خاور ضوفشاں تری زندگی زندگی نہیں

توڑ سکی کہاں تھکن، عزم صمیم کوہکن سچ ہے رہ امید کی ماندگی ماندگی نہیں

کر کے عنادلوں کا خوں تو جو ہنسا تو کیا ہنسا اے گل تازہ یہ کوئی خندگی خندگی نہیں

سہل نہیں یہ عشق بھی خنجر آبدار ہے
اختر بے خبر کوئی دل لگی دل لگی نہیں

چشمک یہ کر رہی ہے عبث تیز بجلیاں — لو پھونک دے رہا ہوں میں خود اپنا آشیاں

آخر کو رنگ لا کے رہا خونِ بلبلاں — اڑ کر رہی گلوں کے گریباں کی دھجیاں

پہلوئے دل نہ ہو سکا ویران و بے نشاں — پژمردہ دل پہ ٹوٹ پڑیں بے قراریاں

ابھرا ہوں خاک ہو کے حنا کے لباس میں — اللہ رے یہ شوق قدمبوسی بتاں

رنگینی عذار بتاں سے نہ کھا فریب — نادان یہ ہیں خون غریباں کی سرخیاں

یہ سوچ کر نگاہ جھکائے ہوئے تھا میں — شرمندہ ہو نہ جائیں کہیں لن ترانیاں

اللہ رے فریب یہ حسن خیال کا — سمجھے ہوئے تھا تنگی زنداں کو گلستاں

سن اے غم فراق ترا شکر یہ ہزار — دامن بنا ہوا ہے مرا رشک کہکشاں

کیا ہے اسی کرم پہ تجھے ناز باغباں — کچھ کم نہیں قفس سے مرے حق میں آشیاں

فریاد دل کرے نہ گر اختر تو کیا عجب
اٹھتا کہیں ہے آگ کے شعلوں سے بھی دھواں؟

جولطف مرکز چشم حیات ہوجائے قسم خدا کی مری کائنات ہوجائے
اسی کا نام ہے ہمدم کمال گویائی فقط نگاہوں نگاہوں میں بات ہوجائے
جوآپ زہر بھی دیں دست ناز سے اپنے یقین ہے کہ وہ آبِ حیات ہوجائے
لپک کے گود میں لے لے مجھے مری منزل ہے شرط عزم میں میرے ثبات ہوجائے
برَبّ کعبہ میں کعبہ سے کم نہ سمجھونگا دل حزیں جو ترا سومنات ہوجائے
نگاہِ یار کے شایاں نہیں مری حسرت ترا کرم ہے اگر التفات ہوجائے
خودی کے راز سے ہوجائے باخبر انساں تو زیرِ خاک وقار منات ہوجائے
ترے نثار بری تشنگی بھی دیکھ ذرا کہیں خموش نہ ساز حیات ہوجائے
کہیں میں بنکے نہ رہ جاؤں حسرتوں کا مزار نگاہِ لطف اے جان حیات ہوجائے

غم فراق کی دشواریاں نہ پوچھ اختر
کہیں جو دن پہ وہ ٹوٹیں تو رات ہوجائے

دل کی سنسان فضاؤں کو بھی بس جانے دو
آ رہے ہیں وہ مرے دل کی طرف آنے دو

ناصحو! کوچۂ جاناں میں مجھے جانے دو
ناوک نرگس میگوں کا مزہ پانے دو

یہ بھی ہیں چہرۂ پرنور کے پروانے دو
دوش پر کا کل خمدار کو بل کھانے دو

ان کی آنکھوں کو نہ تعبیر کروں آنکھوں سے
سچ جو پوچھو تو نظر آتے ہیں میخانے دو

جرأت ضبط بہت کی ترے آگے لیکن
خودبخود ہی چھلک اٹھے مرے پیمانے دو

اک ترے ظلم کا اور ایک تباہی کا مری
میرے دل میں تو نہاں ہیں یہی افسانے دو

خود ہی ہو جائے گی بے نام ونشاں تاریکی
ٹھہرو پردے کو ذرا رخ سے تو سرکانے دو

اس سے بھی آتی ہے خوشبوئے محبت اخترؔ
دل پہ ڈھائیں وہ ستم جتنا انھیں ڈھانے دو

نظر آتا ہے کیوں رنگِ مزاج گلستاں بدلا　　کرشمہ ہے نظر کا یا شعارِ باغباں بدلا
بھٹکنا میرا ج پوچھو کرم تھا میرے رہبر کا　　قدم پر آگئی منزل　جو میرِ کارواں بدلا
نگاہوں سے پلا ساقی نہیں اب حاجت ساغر　　بدل دے نظم میخانہ مذاق میکشاں بدلا
نہ جلنے کی تمنا ہے نہ گردش دشت وصحراء کی　　زمانے　کا بدلنا تھا　مزاج عاشقاں بدلا
کھنکتے ساغر و مینا نہیں اب دستِ ساقی میں　　سبو بدلا کہ دستِ ساقیِ نا مہرباں بدلا
کبھی وہ وقت بھی آتا ہے دنیائے محبت میں　　نظر آتا ہے آنکھوں کو زمین وآسماں بدلا
مرے شاداب گلشن کو خزاں تاراج کر ڈالے　　مری خوں ریزیوں کا کیا یہی ہے آسماں بدلا
کہاں تاثیر تھی آہوں میں میری ہم نشیں لیکن　　اجابت نے قدم چوما جب انداز فغاں بدلا

نظر کا چار ہونا تھا نگاہ ناز سے اختر
مرے ننھے سے دل کا میرے پہلو میں سماں بدلا

یہ مانا کہ شایانِ قاتل نہیں ہوں فریب محبت سے غافل نہیں ہوں

سرحشر مجھ پرنظر ایسی ڈالی یہ کہنا پڑا ان کا بسمل نہیں ہوں

جو دو نیم ہوجائے اے تیغ ابرو لئے اپنے پہلو میں وہ دل نہیں ہوں

بھٹکنے میں ہے لطف اے خضر ورنہ میں ناواقف راہ منزل نہیں ہوں

ہے یہ ناروا مذہب عاشقی میں ستم سہہ کے کہنا کہ خوش دل نہیں ہوں

مرے دل کی آہوں کا اختر کرم ہے
کہ منت کشِ شمع محفل نہیں ہوں

چھوڑ دوں گا میں آستانے کو سن تو لیجئے مرے فسانے کو
عشق کی اصطلاح میں ہمدم موت کہتے ہیں مسکرانے کو
آنکھ ہے اشکباریوں کے لئے دل ہے چوٹوں پہ چوٹ کھانے کو
آنچ آئے مگر نہ گلشن پر پھونک دو میرے آشیانے کو
ان کے حصے میں گر وفا ہوتی ہم کہاں جاتے غم اٹھانے کو
ہو مبارک مری خودی مجھ کو حسن آیا ہے خود منانے کو
دل کی دنیا اجاڑنے والے آج آئے ہیں دل لگانے کو

شمع سوز دروں نے اے اختر
روشنی بخش دی زمانے کو

نہیں کوئی حاجت تری چارہ گر ہے مداوائے غم میرا درد جگر ہے
نقاب رُخ ذرۂ پرور جو اُلٹی زمانے نے سمجھا طلوع سحر ہے
نہ پھر کیوں ہو تشہیر راز محبت لوچشم تمنا مری پردہ در ہے
وہ کم تر ہے اک کرمِ شب تاب سے بھی جو منت کش روشنی دگر ہے
ستارے بھی ذروں سے شرما گئے ہیں نگاہِ محبت بڑی کارگر ہے
مرے دل میں ہیں آج وہ جلوہ فرما مرا دل نہیں نور کا ایک گھر ہے
ابھی تو کھنکتے نہیں جام و مینا سحر کیسے ہوگی فریب سحر ہے
نہ کوشش کرو مجھ سے چھپنے کی ہرگز سمند تصور مرا تیز تر ہے
سمجھنے ہی والا نہیں کوئی ہمدم لئے گود میں داستاں چشم تر ہے
الٰہی مجھے عزم محکم عطا کر محبت کے دریا میں پہلا سفر ہے
نہ پہلو میں میرے نہ زلفوں میں ان کی خدا جانے کس جا دلِ معتبر ہے
لطافت ہے کانٹوں میں بھی ان کے در کے دیار ان کا اختر بہشت نظر ہے
زمیں کو بناؤں گا رشکِ فلک میں ستارے چھپائے مری چشم تر ہے
مجھے مرتے مرتے ملی زندگانی نگاہِ محبت بڑی کارگر ہے
ضرورت نہیں ہے کسی راہبر کی مرا رہنما میرا ذوق نظر ہے

دماغ اپنا اوج فلک پر ہے اختر
مری سمت جان جہاں کی نظر ہے

جامِ مے کی دستِ ساقی میں اُدھر جھنکار ہے
اور پہلو میں اُچھلتا یاں دلِ مے خوار ہے
گلستاں میں کس لئے جاؤں بنانے آشیاں
اب کہاں شاخِ گلِ گلشن میں تابِ بار ہے
اے مصور! رنگِ غم کی کچھ جھلک اس میں نہیں
کیا یہی صنعت کا تیری آخری شہکار ہے
میں جدھر ہوں اس طرف ہے صرف تنہائی مری
جس طرف وہ ہیں وہ اک دنیائے گوہر بار ہے
دیکھ جا آ کر قیامت اے مرے سروِ سہی
صرف میں کیا اِک زمانہ طالبِ دیدار ہے
میں تیرے طرزِ تغافل سے نہیں ہوں بدگماں
جانِ جاناں بے رخی میں لذتِ آزار ہے
عشق برہم حسن سے اور حسن برہم عشق سے
آج اختر عشق میں اور حسن میں پیکار ہے

کیوں نہ ہو حسن محوِ نظارہ
آج ہے عشق کی رونمائی ہے

پیش نظر بھی آئے تو مستور ہو گئے　　پوشیدہ گویا جلوے سرِ طور ہو گئے
کہہ دو کہ میرے سامنے آئیں سنبھل کے وہ　　پیمانے صبر و شوق کے بھرپور ہو گئے
وہ بھی جو ہو سکے نہ خرابِ شرابِ ناب　　تیری نگاہِ مست سے مخمور ہو گئے

اختر غرورِ سحر طرازی پہ تھا جنھیں
ان سے نظر ملاتے ہی مسحور ہو گئے

شبنموں کا نرگسِ خوابیدہ کیا جانے عروج
خواب سے دیدہ کبھی نمناک ہو سکتا نہیں

چمن کا رنگ ہے دورِ خزاں میں سکون دل نہاں درد نہاں میں
چمک جوگردکوئے یارمیں ہے کہاں وہ بات مہرضوفشاں میں
نہ پوچھو شادمانی باغباں کی لگی ہے آگ میرے آشیاں میں
نہ چھیڑو نغمۂ الفت نہ چھیڑو ابھی الجھاہوں میں دورزماں میں
جھکاؤں گا نہیں سر دیکھنا ہے کشش کتنی ہے ان کے آستاں میں
قفس جن سے بنا ہے آج میرا یہی تو تیلیاں تھیں آشیاں میں
یہ مانا سن تو لو گے داستاں تم سنا نے کی نہیں طاقت زباں میں
بہاریں سرفگندہ نقش پا پر چلے اس شان سے وہ گلستاں میں
اگر ہے دیکھنا ان کو تو دیکھو مری آنکھوں کے ان اشک رواں میں
گرج سے بجلیوں کی ڈرنے والے نشیمن ہے مرا برق تپاں میں

گماں اختر ہوا انکی گلی میں
پہنچ آیا ہوں میں باغ جناں میں

آج بے سایہ ہیں مالک تھے جو ایوانوں کے
ان میں جا بیٹھے ہیں فرزند بیابانوں کے

خامشی تیری ہوئی حوصلہ افزائے جنوں
سامنے ڈھیر ہیں ٹوٹے ہوئے پیمانوں کے

زلف ژولیدۂ محبوب کے بوسے لیتے
ہوتے دندان زہے بخت اگر شانوں میں

بے حجابانہ ہے کس ہوش رُبا کی آمد
جلوۂ شمع سے دل بھر گئے پروانوں کے

آمد رشک قمر نازشِ خورشید ہے آج
جگمگا اٹھے مقدر ہیں شبستانوں کے

سن اے آلام شدائد سے ڈرانے والے
عشق تو کھیلتا ہے ساتھ میں طوفانوں کے

نظم میخانہ کی اب خیر نہیں ہے ساقی
آج دشمن ہوئے دیوانے ہی دیوانوں کے

ان کی محفل میں یہ غیروں کی رسائی کیسی
ہم نشیں کیا یہی انجام ہیں پیمانوں کے

شمع امید فروزاں تھی جہاں سے اخترؔ
اسی محفل میں گلے کٹ گئے ارمانوں کے

دل کے داغوں کو شرربار کروں یا نہ کروں　　آپ کو یاد پھر اک بار کروں یا نہ کروں

محفل شمع نظر آتی ہے سونی سونی　　شکوۂ روئے پرانوار کروں یا نہ کروں

عشق افسانوں میں محدود نہ رہ جائے کہیں　　اپنے دل کو میں سردار کروں یا نہ کروں

بزم میں ان کی اندھیرا ہے الٰہی اندھیر　　اپنے اشکوں کو ضیابار کروں یا نہ کروں

کون سنتا ہے مرے غم کا فسانہ امروز　　ہمنشیں جرأت گفتار کروں یا نہ کروں

دم آخر بھی نہ آئیں وہ یہاں پر شاید　　آنکھ کو طالب دیدار کروں یا نہ کروں

چکھ لیا میں نے مزہ پھول کی رنگینی کا　　آرزوئے خلش خار کروں یا نہ کروں

دیکھا جاتا نہیں انداز غرور اے اختر
حسن کے لطف سے انکار کروں یا نہ کروں

جب یاد تیری آئی ہے پہلو میں درد بن کے
جھونکے برے لگے ہیں پھر نکہت چمن کے

پھر کیسے مسکرائیں یہ ننھی ننھی کلیاں
جب باغباں ہے گلچیں حق میں گل چمن کے

اس وقت کیا کریں گے ہم جبکہ اے ستمگر
یادیں تمہاری آئیں ہر جوڑ سے بدن کے

کھاتا رہا میں دھوکا آزادیوں کا ہمدم
آئے قفس میں جھونکے جب جب مرے چمن کے

کوئی ادا بھی ہوگی اب کارگر نہ مجھ پر
میں نے سمجھ لئے ہیں انداز پرفتن کے

اختر تری غزل میں تابائی ہنر ہے
تم بھی ہو اک ستارے آفاق اہل فن کے

پھر رہا ہوں تری یاد ہرسو لئے　دل معطر ہے خوشبوئے گیسو لئے
تو نے اشک عنادل سے سیکھی ہنسی　میں نے گل کے تبسم سے آنسو لئے
آج خوش خوش نسیم سحر چار سو　پھر رہی ہے تری زلف کی بو لئے
بھول جاؤں میں یہ مجھ سے ممکن نہیں　آپ کو بھولنا ہو اگر بھولئے
جس طرف اٹھ گئیں قسمتیں پھر گئیں　تیری آنکھیں بھی ہیں ایک جادو لئے

یہ گماں دیکھ کر ان کو اختر ہوا
مہرباں آگیا تیغِ آبرو لئے

یہ راز ہے جو ملتے ہیں سب سے خوشی سے ہم　　دل میں غبار رکھتے نہیں ہیں کسی سے ہم

تیرے کرم کا تیری عنایت کا شکریہ　　مانوس ہو چلے ہیں کچھ اب زندگی سے ہم

یہ بھی ہے ایک پیار کا انداز دلنواز　　اندوہگیں نہیں ہیں تری بے رخی سے ہم

ہر شئی فنا پذیر عدم رو ہے ہم نشیں　　کیوں خوف کھائیں عشق میں تیرہ شبی سے ہم

ہر سمت شمع سوزِ دروں سے ہے روشنی　　کیوں خوف کھائیں بڑھتی ہوئی تیرگی سے ہم

رنگینیٔ مجاز حقیقت نما ہوئی　　منزل پہ پہونچے سلسلۂ عاشقی سے ہم

ابواب ناامیدی کی اڑ جائیں دھجیاں　　گر کام لیں امید کے نقش جلی سے ہم

اخترؔ ہیں تجھ پہ خاص عنایات والتفات
الجھے پڑے ہوئے ہیں یہاں بیکسی سے ہم

نغمہ زا زندگی کا تار نہ ہو خندہ زن چشم اشکبار نہ ہو
سوچتا ہوں تو کانپ جاتا ہوں بیقراری کہیں قرار نہ ہو
زندگی بے قرار رہتی ہے سایۂ زلف مشکبار نہ ہو
قبل محشر نہ حشر ہوجائے جلوۂ یار آشکار نہ ہو
محفل ناز میں ہے آپہونچا دل کہیں آج واغدار نہ ہو
کوئے جاناں میں جاکے اے ناصح یہ تو ممکن نہیں شکار نہ ہو
جس کو خورشید لوگ کہتے ہیں وہ کہیں نقش پائے یار نہ ہو

ذرے ذرے میں شان اختؔر ہے
یہ کہیں خاکِ کوئے یار نہ ہو

سوئے گلشن ابر اٹھتا ہے کہ اٹھتا ہے دھواں　　دیکھئے جلتا نہ ہو شاید ہمارا آشیاں

کس طرح ہو پھر تمیز مہرباں، نامہرباں　　پھر رہے ہیں سو بسو گلچیں بشکل باغباں

پھر ہمیں پہ ہے یہ کیوں الزام فریاد و فغاں　　کس کو حاصل ہے جہاں میں ساعتِ امن واماں

کاروانِ کفر و ایماں راہ میں بھٹکا کئے　　اور مجھ کو مل گیا ہے اپنی منزل کا نشاں

چشم حیراں نے جو دیکھا دفعۃً چہرہ ترا　　سمجھا، گیتی پر اُتر آیا ہے خورشید جہاں

کاکل پر پیچ میں ان کے تلاشی لیجئے　　میرے پہلو میں کہاں ہے میرا دل اے ہم زباں

تھا کبھی شیریں زبانی کا ترے چرچا مگر
تو نے خود بدلا ہے اخترؔ اپنا اندازِ بیاں

ادائے بے رُخی نے مارڈالا تری فتنہ گری نے مارڈالا
تراطرزبیاں اللہ رے توبہ تکلم کی لڑی نے مارڈالا
سکونِ خاطر غمگیں کہاں ہے گلوں کی تازگی نے مارڈالا
وصال یار شاید ہو میسّر فراق دائمی نے مارڈالا

جمال روئے روشن اللہ اللہ
تری جلوہ گری نے مارڈالا

☆☆☆

چاک ہوتا ہے کلیجہ لب پہ آتی ہے ہنسی
خاطر غنچہ کبھی غم ناک ہوسکتا نہیں

☆☆☆

غزل

شعلے بھڑک رہے ہیں دل بیقرار میں　بیٹھا ہوں رہگذر پہ ترے انتظار میں
رشک گلاب نازش بوئے گل چمن　ایسی بسی ہوئی ہے مہک زلف یار میں
رضواں تمہیں قسم ہے تمہاری بہشت کی　ہرگز قدم نہ رکھنا کبھی کوئے یار میں
حاصل کہاں ہے دائرہ آفتاب کو　جو روشنی ہے ان کے سراب دیار میں

اخترؔ نہیں مجالِ جنوں ہوش کو سنبھال
سوء ادب ہے بولنا بزم خیار میں

قفس سے چھٹ کر خیال تھا گلستاں میں آسودگی ملے گی
مجھے تھا معلوم کیا فضائے چمن ہی بدلی ہوئی ملے گی

لباسِ بیگانیت میں ملبوس ذرہ ذرہ نظر پڑے گا
ہر ایک گل زہر خند ہوگا کلی میں بھی برہمی ملے گی

چمن ہی والوں کے ہاتھ اڑتی ملے گی خاک چمن چمن میں
گلوں میں سختی نوائے مرغ چمن میں تلخی بھری ملے گی

نہ بزم رنداں نہ شور ساغر نہ دورِ جامِ مئے گلابی
نہ میکدے میں صدائے تشنہ لباں مجھے گونجتی ملے گی

نہ جلوۂ صبح و تابش مہر نہ درخشانیاں قمر کی
اٹھے گی جس سمت چشم مضطر تسلط تیرگی ملے گی

قفس کی ہی سختیاں اٹھاتا یہ علم مجھ کو ذرا بھی ہوتا
کہ ضوفشانی شمع سوز دروں میں بھی کچھ کمی ملے گی

رہیں سلامت مرے عزائم تو دیکھ لے گا زمانہ اختر
کہ سینۂ تیرگی سے گلشن کو ایک دن روشنی ملے گی

چمن کی رنگینیاں چمن میں چمن کو رشکِ چمن کریں گی
گلوں کو پھر تازگی ملے گی کلی کلی کو ہنسی ملے گی

ہویدا تخریب گلستاں سے نوید تعمیر گلستاں ہے
قسم خدا کی ہمارے گلشن کو پھر نئی زندگی ملے گی

رہے سلامت ہمارا ذوق نظر تو پھر دیکھ لینا اختر
خزاں چمن کی بہار بن کر چمن میں پھرتی ہوئی ملے گی

☆☆☆

ساقی پھرایک بار چلا دورجام کا رندی میں کیوں خیال رہے اعتصام کا

دیتے نہیں جواب ہمارے سلام کا بے ساختہ تھے ملنے پرایسا بدل گئے

صبح وطن میں رنگ ہے غربت کی شام کا تاریکیٔ وطن تو مٹی ہے مگر یہ کیا

کیایہ صلہ ملاہے مرے احترام کا گستاخ کہہ کے چلدیئے ردسلام میں

پھر وہی شوخ نظر یاد آیا راحت قلب و جگر یاد آیا
کھنچتے دیکھا جو کمان ابرو ہم غریبوں کو جگر یاد آیا
دیکھ کر ان کو میر میخانہ چار دہ شب کا قمر یاد آیا
باز آئے طلب جنت سے دفعتاً جب تیرا گھر یاد آیا
خود بخود چلنے لگے میرے قدم روبرو وہ ستم ایجاد آیا

دیکھ کر محفل رنداں سونی
اخترؔ خستہ جگر یاد آیا

آغازِ عشق ہمدم انجام تک نہ پہونچے آجائے صبح ایسی پھر شام تک نہ پہونچے
میدانِ عاشقی میں چلنا سنبھل سنبھل کر یہ دل لگی تمہاری الزام تک پہونچے
ملنا تو اس حسیں سے اک وہم ہے جنوں کا لیکن یہ ظلم کیسا پیغام تک نہ پہونچے
منت کشی سے بہتر محرومیاں ہیں میری اچھا ہوا جو بزمِ انعام تک نہ پہونچے

کس طرح اس نظر کو اختر نظر کہوں میں
آغاز کو تو دیکھے انجام تک نہ پہونچے

رقص کرتے ہیں آج میخانے — شیشے گردش میں ہیں نہ پیمانے
آنکھ آنسو لگی جو برسانے — کس کی یاد آگئی خدا جانے
ساقیا رند ہوں کے فرزانے — شمع رخ کے سبھی ہیں پروانے
صبر کے بھر گئے ہیں پیمانے — جذبۂ شوق کا خدا حافظ
ساقیا تجھکو تیرے مستانے — پی کے مے آج دے رہے ہیں دعا
ہر شجر پر بنیں گے کاشانے — گریوں ہی برق بار بارآئی
شمع کے گرد جیسے پروانے — گرد ساقی ہجوم تشنہ لباں
پینے والے نہیں ہیں دیوانے — آب دے کرنہ دے فریب شراب
آہ دل سے بنے ہیں افسانے — قطرۂ اشک بن گیا موتی
ہم بھی کیا ہوگئے ہیں دیوانے — رخ کبھی دیکھتے ہیں زلف کبھی
رفتہ رفتہ لگے ہیں شرمانے — پہلے بے ساختہ وہ ملتے تھے

شکل جو چاہے دیکھ لے اختر
آدمی دل کا حال کیا جانے

جب سے غم کی ترے چاشنی مل گئی باخدا لذتِ زندگی مل گئی
مسکرائی کلی دل کے غنچے کھلے تیرا غم کیاملا زندگی مل گئی
دیکھ کران کوتشنہ لبی کیابجھی اوردیدارکی تشنگی مل گئی
غالبًا کوئی جان بہار آگیا ہرکلی کے لبوں کوہنسی مل گئی
ان کے درپرجبیں کوجھکاناہی تھا گلشن قلب کوتازگی مل گئی

جب تمہارا تصور کیا رات میں
دل منور ہوا روشنی مل گئی

کیاادائے نگاہِ ساقی ہے فرش پہ گر کے جام ٹوٹ گیا
دنیا کہنے لگی ہے دیوانہ دامن صبر جب سے چھوٹ گیا
کج نگاہی سے یہ گمان ہوا شیشۂ دل کسی کاٹوٹ گیا
میرے ناصح نے جب انہیں دیکھا دامن پندو وعظ چھوٹ گیا

نا امیدی کے ابر چھائے ہیں
بخت اختر بھی آج ٹوٹ گیا

صرصرِغم ساتھ ہویاشادمانی ہورفیق
خاطرِ زندہ کبھی غمناک ہوسکتانہیں

صراحی چوں شود خالی جدا پیمانہ میگردد

نہ رقص شیشہ و نے ساغر و پیمانہ میگردد — کند گردش زمانہ ساقیا میخانہ میگردد
چوں شمع گل شود زاں خاطر پروانہ میگردد — صراحی چوں شود خالی جدا پیمانہ میگردد
فراموشد بہار باغ خلد و منظر سینا — بکوئے یار چوں ہمدم دل دیوانہ میگردد
تپد چوں ذوق سجدہ در جبین عاشق ہمدم — گہے کعبہ شود پیدا گہے بت خانہ میگردد
شکست حسن شد، امروز شمع بزم می رقصد — نشاط رونقِ محفل دلا پروانہ میگردد
چہ گویم منزل اشکم بچشم نازش انجم — چوں برفرش زمیں آید در یک دانہ میگردد
بپاس خاطر ناصح ہمی گردم و لے ہمدم — دلم محو طواف کوچۂ جانانہ میگردد

کسے پرسد ز دیدہ در ایں راز عاشق اختر
درون قطرۂ غم صورت جانانہ میگردد

موجوں کا طوفان ہے کیسا ساحل بھی حیران ہے کیسا
تیرے ستم پر تجھ کو دعا دوں دیکھ مرا ارمان ہے کیسا
صبح کو وعدہ شام کو دھوکا جانے ترا پیمان ہے کیسا
لب پہ ہنسی اور ہاتھ میں پتھر آج کا یہ انسان ہے کیسا

بزم میں اس کی اختر بھی ہے
لیکن وہ انجان ہے کیسا

میرے دل کی حرارت خاطر غم خوار کیا جانے

پلے جو عیش میں وہ لذت آزار کیا جانے

حقیقت پیار کی معلوم کرنا ہے تو الفت کر

نہ سمجھے جو محبت کو وہ ظالم پیار کیا جانے

جو ترسیدہ رہا کرتا ہے موج غم کے منظر سے

رخ جاناں پہ اپنی جان کا ایثار کیا جانے

الجھتا ہوں گلوں کی چاہ میں کانٹوں سے میں اختر

محبت کی نظر پہ خارِ دل آزار کیا جانے

شہید نازِ جاناں ہیں ادا ان کی سہانی ہے تبسم ان کا فرمانا ہماری کامرانی ہے
کہاں تک تجھسے اظہار غم خاطر کروں ہمدم مثالی میری تمہید محبت کی کہانی ہے
نہ کیوں نالاں عنادل ہوں نہ کیوں باد خزاں آئے کہ جب دست ستمگر میں چمن کی باغبانی ہے
شگفتہ ہے مرا زخم جگر آزار جاناں سے دلِ شوریدہ بھی اسکے تغافل کی نشانی ہے

ہے تیری نغمہ سنجی باعث صد کیف وکم اختر
مثالی عندلیبان چمن یہ نغمہ خوانی ہے

آپ کی زلفِ گرہ گیر سے ڈر لگتا ہے　　مجھ کو پیچ وخم تقدیر سے ڈر لگتا ہے
آمد صبح پیام شب دیجور نہ ہو؟　　مجھ کو خورشید کی تنویر سے ڈر لگتا ہے
کم نگاہی پہ کہیں حرف نہ آئے اس کی　　اپنے اس نالۂ شبگیر سے ڈر لگتا ہے
ہاں اُسی راز کا اخفاء ہے وبالِ ہستی　　جس حسیں راز کی تشہیر سے ڈر لگتا ہے
مٹ نہ جائے کہیں دنیا سے نشانِ ایماں　　آج کے فتنۂ تکفیر سے ڈر لگتا ہے
ہاتھ پر ہاتھ دھرے شکوۂ قسمت کب تک　　کیا تجھے خوبیٔ تدبیر سے ڈر لگتا ہے
جس سے قربت ہے وہی دور نظر آتا ہے　　اتحاد شکر و شیر سے ڈر لگتا ہے
مجھ کو اس خواب سے کیوں اتنی خوشی ہے یارب　　جس حسیں خواب کی تعبیر سے ڈر لگتا ہے
اے جنوں زندگی خضر میسر ہو تجھے　　کب مجھے پاؤں کی زنجیر سے ڈر لگتا ہے

عشق نے ان کے عطا کی ہے یہ وحشت اختر
مجھ کو خود اپنی ہی تصویر سے ڈر لگتا ہے

تیری خوش ادائیوں سے ہے یہ جانفزا زمانہ
ذرا مسکرا تو دیجئے با ادائے دل ربانہ
لگے حسن ماہ پر بھی ذرا ایک تازیانہ
ذرا گلعذار چہرے سے نقاب تو ہٹانا
مرے جذبۂ محبت سے ہے باخبر زمانہ
جہاں سر جھکا دیا ہے وہیں ان کا آستانہ
ارے او دل شکستہ یہ ہے کیسی آہ ریزی
مجھے ڈر ہے جل نہ جائے کہیں ان کا آستانہ
انھیں بجلیوں کی زد پر مری حسرتیں ہیں یارب
جنھیں سونپ دے رہا ہوں میں اب اپنا آشیانہ
میں بشر ہوں میرے شہپر کی اڑان کچھ نہ پوچھو
ہے فضا میں طائرانہ تو فلک پہ صاعقانہ
مجھے ان کی برق نظری نے عطا کی زندگانی
یہ غلط ہے بجلیوں کی ہے سرشت قاتلانہ
کوئی میرے دل سے پوچھے کہ یہ حسن کیا بلا ہے
یہ خرامِ حشر ساماں یہ ادائے کافرانہ
یہ خدا کی شان دیکھو ہے ہمیں کو حکم سجدہ
کبھی سجدہ گاہ عالم تھا ہمارا آستانہ
کہیں بجلیوں کی دھمکی کہیں آندھیوں کا کھٹکا
ہے اسی میں خیر اختر کہ رہوں میں بے ٹھکانہ

❖❖❖

ساتھیو بڑھ چلو عزم راسخ لئے یہ مصیبت کے طوفان ٹل جائیں گے
گر کہیں عزم پر حرف آیا کوئی ہاتھ سے پھر کنارے نکل جائیں گے

مجھ کو ہے خوف اے میرے زہرہ جبیں تیرے چھپنے کی کوشش نہ ہو رائیگاں
یہ حجابات کتنے قوی ہی سہی گرمیٔ آہ سوزاں سے جل جائیں گے

بادۂ حب سے سرشار گر ہیں تو کیا؟ مست چشم فسوں کارگر ہیں تو کیا؟
آپ کی ایک ٹھوکر کی بس دیر ہے خود بخود گرنے والے سنبھل جائیں گے

میرے جان چمن زینت انجمن بس ترے دم سے میرا چمن ہے چمن
گر کہیں تم چمن چھوڑ کر چل دیئے تو بہاروں کے رخ بھی بدل جائیں گے

اے مرے چارہ گر ہوش سے کام لے لے مری جان کا دم بدم نام لے
اس مسیحائے شیریں ادا کی قسم موت کے بھی ارادے بدل جائیں گے

اک تبسم نے ان کے یہ کیا کر دیا لے لیا اپنے سر ہم نے ساری خطا
سوچتے تھے کہ پیش خدا حشر میں ان کا دامن پکڑ کر مچل جائیں گے

اتنا مجھ پر کرم آپ فرمایئے سامنے بے حجابانہ مت آیئے
ورنہ پیمان ہائے شکیب وسکوں آپ کو دیکھتے ہی اُبل جائیں گے

وقت نزع رواں بھی نہ گر آسکے میری بالیں پہ اخترؔ وہ جان سکوں
جاں نکلنے کو میری نکل جائے گی پھول ارماں کے لیکن مسل جائیں گے

جب کبھی وہ سرِ بازار نظر آتے ہیں
ایک سے کافر و دیندار نظر آتے ہیں

دم میں دنیا کا مرقع ہیں بدلنے والے
یہ جنونی جو سردار نظر آتے ہیں

راس آئی نہ انھیں بندگی ہوشِ خرد
تیرے دیوانے بھی ہشیار نظر آتے ہیں

درحقیقت تو انھیں بھی ہے محبت مجھ سے
ظاہراً تلخ بہ گفتار نظر آتے ہیں

گلشن کی جدائی ہی باعث ہے ترقی کا
ہوتی ہے شمیم گل کیا عطرفشاں پہلے؟

پوشیدہ راز کو اب ہونٹوں پہ لا رہا ہوں
میں داغہائے دل کو اپنے دکھا رہا ہوں

برق تپاں کی جرأت دیکھیں کہاں تلک ہے
اجڑا ہوا نشیمن پھر سے بسا رہا ہوں

اے مہربان مالی صیاد کو خبر دے
اجڑا ہوا نشیمن پھر سے بسا رہا ہوں

بیٹھے ہوئے نشیمن میں مسکرانے والو
دیکھو میں دار پر ہوں اور مسکرا رہا ہوں

محدود اپنی رغبت گل تک نہیں ہے یارو
سینے سے خار کو بھی اپنے لگا رہا ہوں

للّٰہ اے ہواؤ مجھ کو ابھی نہ چھیڑو
جو مجھ سے پھر گیا ہے اس کو منا رہا ہوں

شاید کرم یہ میرے حسن خیال کا ہے
کعبے کا بھی اے اخترؔ قبلہ بنا رہا ہوں

اے مرے بیدادگر بیداد پر بیداد ہو
تجھ سے کیا مطلب کہ کوئی شاد یا نا شاد ہو

نالہ وشیون میں سچ پوچھو تو ہے تو ہین غم
غم وہی اچھا ہے جو بے نالہ وفریاد ہو

غالباً طرزِ ستم اس نے بدل ڈالا ہے آج
اللہ اللہ مائل لطف وکرم صیاد ہو

عشق کہتے ہیں اسے یہ ہے تقاضہ عشق کا
لب پہ خاموشی رہے اور دل میں انکی یاد ہو

اس چمن میں میل والفت کا گزر ممکن نہیں
جس چمن میں پھول رشکِ تیشہ فرہاد ہو

عین فطرت توڑنا ہے ظلم کی زنجیر کو
ہو د ہوتا ہے یقیناً واں جہاں شداد ہو

میرے حق میں گلستاں اختؔر قفس سے کم نہیں
کیوں نہ ایسا ہو اگر مالی ہی خود صیاد ہو

اختر کیراپی کے نام

اے دوست میری فطرت شدت پسند کو — آیا نہ راس ماتم آشفتہ خاطری
یہ نالہ و فغاں کا نہیں وقت بے خبر — دیکھ ہر طرف ہے شعلہ فشاں جنگ زرگری
جمہوریت کے نام پہ شخصی صنم کدے — اللہ رے فریب ترافن آزری
لیکن اٹھے گا ہے یہ یقیں اک خلیلِ خو — کھا کے رہے گی زنگ کسی دن یہ ساحری
مت فکر کر ہے دیر قدومِ کلیم کی — کب تک رہے گی شعبدہ بازیٔ سامری
مستانہ وار مایۂ ہستی لٹا کے دیکھ — ممکن نہیں پھر آنکھ کو بھائے سکندری
ہوتے ہیں اشک بھی کہیں مژدہ بہار کا — خونِ جگر سے ہوگی یہ کھیتی ہری بھری
کتنے ستارے موت کے دھارے میں بہہ گئے — تب جا کے بے حجاب ہوا حسن خاوری
ٹھوکر میں تخت و تاج ہے پتھر شکم یہ ہے — دیکھی نہیں ہے تو نے یہ شانِ قلندری
منت کشی ساغر و مینا سے باز آ — ننگِ خودی ہے دوست یہ تیری گداگری
للہ دیکھ چشم حقیقت شناس سے — پیارے اگر ہے کچھ تو اسی میں ہے بہتری
گر آرزو ہے تیری ملے زیست کا مزہ — طوفاں کی دیویوں کے گلے سے گلے ملا

مت توڑ فکر دور سے تو پشت حوصلہ
آلام کے پہاڑ سے اٹھ جوئے شیر لا

غبارِ پا کو مہرِ ضو فگن کہنا ہی پڑتا ہے　　بتانِ خاک کو سیمیں بدن کہنا ہی پڑتا ہے

جن آنکھوں نے مسرت کے سوا کچھ بھی نہیں دیکھا　　انھیں اب غیرتِ گنگ و جمن کہنا ہی پڑتا ہے

بہت چاہا کہ تجھسے مدعائے دل چھپا رکھوں　　مگر مجبور ہوکر جانِ من کہنا ہی پڑتا ہے

یہ شیشہ اور یہ سنگِ گراں یہ دشت پیمائی　　وفا کی راہ کو ہمت شکن کہنا ہی پڑتا ہے

ضیاء جو پھوٹتی ہے قطرۂ اشک ندامت سے　　اسے مہرِ درخشاں کی کرن کہنا ہی پڑتا ہے

الجھ کر جس کے پیچ و خم میں دل الجھا ہی رہ جائے
مجھے اس زلف کو دار و رسن کہنا ہی پڑتا ہے

وہ وفا پیکر سنا ہے محوِ نادَ نوش ہے　　کیا خبر اس کو مری شمع خوشی خاموش ہے
ہم چلے جب میکدے سے تو گھٹائیں بھی چلیں　　اس میں کیا ساقی ہمارا جرم ہے کیا دوش ہے
کہہ رہی ہے رخ پہ یہ بکھری ہوئی زلف حسیں　　ابر کے پیچھے کوئی برق تپاں روپوش ہے
عظمت انسانیت سمجھے کوئی ممکن نہیں　　خاک کا ذرہ سہی لیکن فلک آغوش ہے

زندگی ہے بے نیازِ زندگی ہونے کا نام
موت کہتے ہیں جسے وہ زندگی کا ہوش ہے

کب کوئی آرزو تھی کب کوئی آرزو کی
بس تیری جستجو تھی بس تیری جستجو کی

کیوں دیکھتی صبا ان پھولوں کی شوخیوں کو
لائی مہک اڑا کے گیسوئے مشکبو کی

الطاف بیکراں سے شہ مل گئی کچھ ایسی
بے اختیار تڑپی ہر موج آرزو کی

پورے شباب پر ہے فیضِ نگاہِ ساقی
اب خیریت نہیں ہے پیمانہ وسبو کی

بلبل کے ننھے دل میں طوفان سا مچا ہے
جب بات میں نے ان سے پھولوں کے روبرو کی

وہ بے زبانیوں کو آخر سمجھ نہ پائے
توہین ہوگئی ہے خاموش گفتگو کی

دیکھا ہے چاندنی کو بھی انفعال آ گیں
جب بات چھڑ گئی ہے اُس میرے ماہرو کی

یاد ہے صحن چمن میں ترا خنداں ہونا اور پھولوں کا وہ انگشت بدنداں ہونا

آدمی سیکھ تو لے صاحب ایماں ہونا آج بھی سہل ہے شعلوں کا گلستاں ہونا

سیکھ لے اے غم دوراں غم جاناں ہونا وہ بھی کیا درد نہ آئے جسے درماں ہونا

زندگی ان کی نگاہوں سے ملی ہے مجھ کو نوک نشتر کو بھی آتا ہے رگ جاں ہونا

میرے افکار پریشاں کا کوئی دوش نہیں ان کی زلفوں نے سکھایا ہے پریشاں ہونا

دست فطرت کے اشاروں پہ نظر رکھی ہے لوگ آسان سمجھتے ہیں غزل خواں ہونا

اس میں کچھ بلبل بیتاب کی تخصیص نہیں گل کی قسمت میں بھی ہے چاک گریباں ہونا

خود کو پاتا ہے حقیقت میں خدا کو پانا اپنے ہی ہاتھ میں ہے صاحب عرفاں ہونا

منزل آدم خاکی کا پتہ دیتا ہے نار نمرود کا فردوس بداماں ہونا

دیکھ کے رخ پہ غباران کے مجھے یاد آیا مور بے مایہ کا ہم دوش سلیماں ہونا

چاہ میں ڈوب کے افلاک محبت پہ چمک
سیکھ لے سیکھ لے اختر مہ کنعاں ہونا

ہر سمت ہے تسلط برق وشرر چلیں　　اے بلبلو! بتائیں کہیں اور گھر چلیں
ورنہ محال ہے کہ ہو تکمیل زندگی　　آؤ دیار دار سے ہو کر گزر چلیں
سنتے ہیں وہ ہیں زیب دہٗ بزم دیگراں　　پھر جا کے کیا کریں گے وہاں ہم مگر چلیں
پھر بھی نہ پا سکیں گے کبھی منزل جنوں　　اہل خرد بصورت شام و سحر چلیں
بجھنے لگے ہیں دیکھ ستاروں کے دیپ بھی　　اب انتظار دیر ہوئی آ کہ گھر چلیں

گر ہے فراز عرشِ محبت کی آرزو
آجاؤ چاہ عشق میں اخترؔ اتر چلیں

سراپا دردِ غم ہم بن کے آئے کوئی کیا ابن مریم بن کے آئے
جبینِ آہِ درماندہ کے قطرے دیارِ گل میں شبنم بن کے آئے
انھیں سے سازِ گل سوزِ عنادل جہاں آئے اک عالم بن کے آئے
جنوں بھی کیا ہے عقل و ہوش کوئی سبب کیا ہے جو پیہم بن کے آئے
خوشی کو کیا غرض میرے جہاں سے اگر آنا ہی ہے غم بن کے آئے

فرشتہ ہوگیا اختر تو کیا ہے
کہو فرزندِ آدم بن کے آئے

کون ٹھہرا ہے کبھی عزم جواں کے سامنے — کوہ جھک جاتے ہیں اپنے کارواں کے سامنے
آج ہے عشق جواں حسن جواں کے سامنے — جیسے اک برق تپاں برق تپاں کے سامنے
اشکہائے غم کی دل افروز قندیلیں لئے — آسماں اک اور بھی ہے آسماں کے سامنے
خنجر ابرواگر تیری عنایت ساتھ ہو — پھر تو موت اچھی ہے عمر جاوداں کے سامنے
یہ فضا یہ موسم گل اور یہ کالی گھٹا — خوف عصیاں جرم ہے ایسے سماں کے سامنے
دل کی بات آئے نہ لب تک لاکھ چاہا تھا مگر — کچھ نہ اپنی چل سکی اشک رواں کے سامنے
ہوش میں آ اے طلبگار دوائے دردِ دل — ایسی ایسی بات وہ بھی مہ وشاں کے سامنے
کیا کروں میں اس جبیں کو اے مرے شیخ حرم — خود ہی جھک جاتی ہے ان کے آستاں کے سامنے
اشکہائے آتشیں کی تاب لانے سے رہی — میں نے پھیلایا جو دامن کہکشاں کے سامنے
اے حسیں پھولو تمہیں تو خار ہونا تھا یہاں — اب نہ بچ کر رہ سکو گے باغباں کے سامنے

اخترؔ ان کی بے رخی نے کر دیا افشائے راز
خود ہی رسوا ہو گئے سارے جہاں کے سامنے

کاش اس منزل پہ میرا ذوق رندانہ رہے
تیرا افسانہ جہاں پر میرا افسانہ رہے

اللہ اللہ رے تجاہل آپ کا اس رند سے
جیسے بیگانے کے آگے کوئی بیگانہ رہے

بس مرے حسن تخیل سے سنوارا کرا سے
کیوں تری زلفِ حسیں منت کش شانہ رہے

کم نہیں یہ التفات برق چشم خشم گیں
کیا ہوا زد میں اگر میرا ہی کاشانہ رہے

دیکھ تجھ سے کہہ رہی ہے کیا مری تشنہ لبی
رہتی دنیا تک ترا گردش میں پیمانہ رہے

عقل والے جن کی زلفوں میں الجھ کر رہ گئے
وہ شکار شعبدہ بازیٔ رندانہ رہے

مجھ کو راس آئی کہاں ہوش و خرد کی بندگی
کیوں نہ میری بات اے اختر حکیمانہ رہے

جو پیش ان کو کبھی ہدیۂ لہو کرتے — تو اس طرح انھیں ہم اور خوبرو کرتے
صبا کو غرق یم خون آرزو کرتے — چمن کے ہر ورق گل کو شعلہ رو کرتے
گلوں کو خون تمنا سے سرخرو کرتے — چلے ہیں آج وہ فیضان رنگ و بو کرتے
انھیں کے لطف مسلسل سے شہ ملی ورنہ — مجال کیا تھی ہماری کہ آرزو کرتے
ہمیں تو لوٹ لیا احترام الفت نے — وہ آئے اور گئے ہم رہے وضو کرتے
وہ ہم سے لفظ تمنا ہی سن کے چونک پڑے — بڑا غضب تھا اگر شرح آرزو کرتے
کسی کی غیرت خفتہ کی نیند کب جاتی — اگر نہ منت پیمانہ و سبو کرتے
وہ میرے دل میں چھپے ہیں نہ جان لے کوئی — یہ بات تھی جو رہے ان کی جستجو کرتے
اک آہ سرد دل عندلیب سے نکلی — ہمیں جو دیکھ لیا ان سے گفتگو کرتے

غرور حسن کے اختر حواس اڑ جاتے
جو میرا آئینۂ دل وہ روبرو کرتے

خدائے گردشِ لیل و نہار کیا ہوگا
مآل مرحلۂ انتظار کیا ہوگا
کہیں اجل کے ارادے بھی خام ہوتے ہیں
تسلیاں وہ ہمیں دیں ہزار کیا ہوگا
متاعِ قلب وجگر کی وہ لاج رکھ نہ سکے
اب اور حادثۂ روزگار کیا ہوگا
مآل آتشِ نمرود دیکھنے والا
خرد کی بخیہ گری کا شکار کیا ہوگا
سوادِ زلف میں خوابیدہ دل نہ جاگ اٹھے
چلے ہیں آج وہ کرنے سنگار کیا ہوگا
خدا بچائے بڑے سادہ لوح غنچے ہیں
خزاں چلی ہے برنگ بہار کیا ہوگا

ظہور حسن کی اختر ہماہمی کے سوا
نگار خانۂ روز شمار کیا ہوگا

مت پوچھ کیوں اداس مرا انتظار ہے پابست زلف وعدۂ روز شمار ہے
کب تک غرور حسن کی یہ لن ترانیاں عالم نگار خانہ ناپائیدار ہے
لمحات پرقنوط نے زلفیں بکھیر دیں اے مرگ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے
دل سے قدوم ناز کی عشوہ گری نہ پوچھ ہر داغ زخم نافۂ مشک تتار ہے
بلبل اسیر مہر لبی پھول زہر خند کس کو خزاں کہیں گے اگر یہ بہار ہے
تارے بھی ہیں ضرور گرفتار انتظار شب زندہ داریوں سے بھلا کسکو پیار ہے

باتیں جنوں نواز قدم سرفراز ہوش
ہشیار کتنا اختر غفلت شعار ہے

آدمی کیا ہے آدمیت کیا حسن سیرت نہیں تو صورت کیا
آپ کا مجھ پہ ہے کرم ورنہ بے حقیقت کی ہے حقیقت کیا
حشر کا انتظار کیا معنی؟ بے حجابی نہیں قیامت کیا؟
اپنی خدمت میں بس رکھا کیجئے اس سے بڑھ کے ہے اجر خدمت کیا؟
انکی بیڑی ہو اور پاؤں مرے میں کروں گا بھلا حکومت کیا؟
توڑنا ہے انانیت کا سبو اور بیعت ہے کیا ارادت کیا
کھینچتی ہے کوئی کشش ہرسو دنیا کیا ہے بہار جنت کیا
اس مرے ماہ وش کے دوگیسو یہ شریعت ہے کیا طریقت کیا

ہے فریب اپنے ہی نگاہوں کا
اور اختر ہے حسن طلعت کیا

یہ گل نہیں یہ عنادل نہیں یہ خار نہیں　　وہ کون ہے جو ستم خوردۂ بہار نہیں
یہ تیرے پند سر آنکھوں پہ ناصحا لیکن　　خدا گواہ محبت پہ اختیار نہیں
پھر اس میں آیا کہاں سے کمالِ رعنائی　　اگر یہ کاہکشاں انکی رہگذار نہیں
بس اپنی شومئی قسمت سے جی لرزتا ہے　　یہ مت سمجھنا مجھے تجھ پہ اعتبار نہیں
بروز حشر شفاعت کا دیکھ کے منظر　　وہ کون ہوگا جو کہہ دے گناہ گار نہیں
تمام خلق کا میں خیر خواہ ہوں اے دوست　　خدا گواہ کسی سے مجھے غبار نہیں
نہیں تو شیخ جبیں خود بخود ہی جھک جاتی　　یہ کوئی اور جگہ ہے مقام یار نہیں

یہ کہہ کے کود پڑے آگ میں خلیل اختر
کہ نارِ عشق سے بڑھ کر تو کوئی نار نہیں

انداز لطف اس کا ہے بے حساب الٹا　　خود قتل بھی کرے ہے خود لے ثواب الٹا

شبنم فشاں نہ ہوگا کب تک سحاب مستی　　کب تک پڑا رہے گا جام شراب الٹا

لیکن کہیں نہ پایا جز رنگ خود فریبی　　ان کی کتاب دل کا ہر ایک باب الٹا

میرے نیاز سے ہے دنیائے ناز تاباں　　لیکن سمجھ رہے ہیں عالیجناب الٹا

رہوں گا میں رہین منت آہ وفغاں کب تک

نہ آئے گا میری بالیں پہ وہ جان جہاں کب تک

چلو فرش زمیں کو غیرت ہفت آسماں کر دیں

سنہیں یہ اشک ہائے غم غرور کہکشاں کب تک

یہ تیشہ اور یہ سنگ گراں یہ دشت پیمائی

نیاز عشق کا ہوتا رہے گا امتحاں کب تک

مجھے ڈر ہے زمانے کے قدم آگے نہ بڑھ جائیں

خیال خطرۂ منزل امیر کارواں کب تک

منائیں خیریت اپنی حریفان گل ولالہ

غبار خاک پر ہوگا فریب کہکشاں کب تک

مجھے معلوم ہے اے اشتراکیت کے فرزندو

حصار عافیت کے دعوہائے بے نشاں کب تک

نہ رکھ صہبائے عرفاں کو رہینِ میکدہ ساقی

رہے گی خوگر غفلت سرشت میکشاں کب تک

دل کہسار سے پھوٹی ہے جوئے نرم رو اختر

ہمارا سنگ دل ہم پر نہ ہوگا مہرباں کب تک

غرور حسن ہونے کو ہے نذر گردش دوراں

نیاز عشق کا ہوتا رہے گا امتحاں کب تک

بھرم کھل کر رہے گا لیڈران قوم کا اک دن
غبار خاک پر ہوگا فریب کہکشاں کب تک
زمانے کا تقاضا ہے پلا اب جام بیداری
رہے گی خوگر غفلت سرشت میکشاں کب تک
کسی دن رنگ لائے گا یہ خون آرزو اختر
نہ شق ہوگا مرے نالوں سے سنگ آستاں کب تک

حسرتی اے مژدۂ آمد اسی منزل میں ہے
پہلے مرنے کی تھی اب جینے کی حسرت دل میں ہے
جان دینے کی تمنا ہررگ بسمل میں ہے
کیا کرے مجبور ہے خنجر ید قاتل میں ہے
پھر بھلا کس طرح ہواندازۂ دامان شوق
اک اک عالم جس کے ہر ہر گوشہ ہائے دل میں ہے
میرے اشک آتشیں کرنیں اٹھا کر لے گئیں
غایت سوز اس لئے خورشید کی محفل میں ہے
ہائے قسمت میری خامی مجھ سے بہتر ہوگئی
لوگ کہتے ہیں کہ اس کا ذکر اس محفل میں ہے

حسن کی حلقہ بگوشی بھی ہے کیا اشک آفریں
رنگ کالا ہے مگر کیا بات انکے تل میں

کہہ رہی ہے دیکھ سوئے ماہ پرواز چکور
حاصل جان وصل کی اس سعی لاحاصل میں ہے
ہررگ وپے فیضیاب سوزاسماعیل ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے
ڈوبتا دیکھا مجھے اور ہاتھ ملتا رہ گیا
کس قدر بے چارگی آزادئ ساحل میں ہے
ناصحا مت چھیڑ اختر کو بس اپنی راہ لے
نشۂ عشق ومحبت اسکے آب وگل میں ہے

مجاہد دوراں مولانا سید مظفر حسین کی نذر

ہمارا نالۂ شبگیر مستجاب آیا بڑا حسین زمانے میں انقلاب آیا
مری امید کی موجیں یم تمنا سے نہ کیوں تڑپ کے اٹھیں وقت اضطراب آیا
تھی جس کے فکر وتدبر سے بے خبر دنیا عروج چرخ سیاست سے کامیاب آیا
وہ جس سے دشت وبیاباں ہوں روکش گلشن میرے افق پہ وہی پارۂ سحاب آیا
کہو گلوں سے کہ دامان آرزو بھر لیں کوئی لئے ہوئے جام شراب ناب آیا
جلو میں پیار ومحبت کی چاندنی لے کر شب فسردہ میں رخشندہ ماہتاب آیا

بنا ہے سارا چمن لالہ زار آج کے دن
یہ کون آیا کہ آئی بہار آج کے دن

سنو میری کہانی چاہتا ہوں نگاہوں کی زبانی چاہتا ہوں
سوا ان کے اٹھا پائے نہ کوئی کمال ناتوانی چاہتا ہوں
سر مژگاں کے تارو جگ مگاؤ شب غم بھی سہانی چاہتا ہوں
مرے ناوک فگن چشم عنایت محبت کی نشانی چاہتا ہوں
فنا ہو کے رہ عشق نبی میں حیات جاودانی چاہتا ہوں
عنایت اے نگاہ کیف ساماں شراب ارغوانی چاہتا ہوں
نہیں کار عبث شرح تمنا ادائے لن ترانی چاہتا ہوں

زباں بن جائے اختر ہر بن مو
میں ایسی بے زبانی چاہتا ہوں

آجاؤ کہ دل کی دنیا بھی فردوس بداماں ہوجائے
ہرداغ فروزاں ہوجائے ہرزخم گلستاں ہوجائے
اے ہوش وخرد والو دیکھو کیوں دشمن جاں میں اس کو کہوں
جو برق نگاہ ہوش رُبا چمکے تو رگِ جاں ہوجائے
جو درد ہین فرقت ہو اس دردکا درماں مت ڈھونڈو
کیا اچھا نہیں ہے چارہ گروخود دردہی درماں ہوجائے
عرفان خودی کی وہ منزل عرفان خدا کی منزل ہے
خودا پنی ادا جس منزل میں مقصود دل وجاں ہوجائے
اک ہم ہیں نچوڑے ہیں جس نے پھولوں کے تبسم سے آنسو
اک تم ہو ہنسی آتی ہے تمہیں جب کوئی پریشاں ہوجائے
اللہ رے اک مشت خاکی یہ وسعت امکاں لے ڈوبے
انسان خدا جانے کیا ہو گر واقف انساں ہوجائے
داناؤ! سرشت بخیہ گری ہے وجہ نمو وقدر جنوں
کیا لطف جنوں ساری دنیا گر چاک گریباں ہوجائے
بدمست گھٹاؤ یہ تو کہو اس وقت ہمیں کیا لازم ہے
جب ساغر عارض موج میں ہو جب زلف پریشاں ہوجائے
پھر جا کے کہیں ہم رنگ شفق ہوگی یہ بیاض خون چمن
پہلے تو یم خون دل کا طوفان پرافشاں ہوجائے
اپنے ہی چمن کی بات نہیں اختر وہ جہاں بھی جا پہونچیں
ہرشاخ خوشی سے جھوم اٹھے ہر پھول غزل خواں ہوجائے

وہ اسیر کاکلِ عنبریں تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ شہید غمزۂ نازنیں تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کسی التفات کا واسطہ تمہیں دے تو دیتا ابھی مگر
یہ لگا ہے خوف پتہ نہیں تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ ٹپکنا قطرۂ آتشیں کا نگاہِ حسن نواز سے
وہ ہماری سوختہ آستیں تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی تازیانۂ لن ترا کبھی اُدنُ منّی کا کل کدہ
وہ محبتوں کا چناں چنیں تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مجھے عقل و ہوش کی بندگی بھلا راس آئے تو کسطرح
میں ہوں مست نرگس سرمگیں تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مئے عشق بن کے لہو مرے رگ و پا میں ایسا سما گئی
رگ جاں بنی رگ آتشیں تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ تمہارا شیریں کلام جو ہے بہشت سامعہ آج بھی
مجھے یاد ہے مرے دل نشیں تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

یہ کہیں فریب حسیں نہ ہو جسے کہہ رہے ہو وفا، وفا
تو کہا تھا تم نے نہیں نہیں تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جو کبھی تھا مرکزِ لطفِ جاں وہی اختر دلِ مہرباں
مرے مہ لقا مرے مہ جبیں تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

❖❖❖

وہ کمالِ نشۂ بے خودی تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
تھا جھکا جہاں سرِ آگہی تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جبیں کا جھکنا ہر اک نشاں پہ سمجھ کے نقشِ نشانِ پا
وہ ہمارے سجدوں کی بیکسی تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مجھے اپنی محفلِ ناز میں جو نگاہِ ناز نہ پا سکی
تو کہا تھا تم نے ہے اک کمی تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

تمھیں اپنے سامنے دیکھ کر نہ رہا وضو کا خیال بھی
وہ وفورِ جذبۂ بندگی تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

تھی تمہارے در پہ مری جبیں مرے زیرِ پا سر دو جہاں
وہ قلندری وہ سکندری تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جو نظر نہ آئے چمن میں تم تو نگاہِ اختر زار میں
بنی خار پھول کی تازگی تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

سو رہی ہے مری حسرت مجھے آواز نہ ہو
جاگ جائے نہ قیامت مجھے آواز نہ دو

میں چمن زاد سہی پھر بھی چمن بخت نہیں
کہکے رخصت ہوئی نکہت مجھے آواز نہ دو

دیکھ کر قامت زیبا کو قیامت بولی
اب نہیں میری ضرورت مجھے آواز نہ دو

اللہ اللہ رے تیری تلخ کلامی کی مٹھاس
بول اٹھا قندحلاوت مجھے آواز نہ دو

گم ہوں میں انکے تصور میں نہ چھیڑو مجھکو
میں ہوں مصروف عبادت مجھے آواز نہ دو

آہِ مظلوم دعا بن کے ندا کرتی ہے
ہے کھلا بابِ اجابت مجھے آواز نہ دو

کچھ نہیں یاد بجز کوچۂ جاناں مجھ کو
کتنی اچھی ہے یہ غفلت مجھے آواز نہ دو

آسمانوں کے پرے ہے مری وحشت کا مقام
سن لوائے اہل فراست مجھے آواز نہ دو

رب کی تمھاری بھی اختر یہ صدا دیتی ہے
دیکھ کر اشک ندامت مجھے آواز نہ دو

عشوۂ لالہ رخاں ہو کہیں ایسا تو نہیں
دردِ سرمایۂ جاں ہو کہیں ایسا تو نہیں

یہ اِدھر ڈوبا اُدھر لب پہ شفق دوڑ گئی
دل بِرا مہر رواں ہو کہیں ایسا تو نہیں

عشق کی شیفتگی دارو رسن کیا معنی
جاں وہی حاصل جاں ہو کہیں ایسا تو نہیں

کیوں جبیں حسن جواں کی عرق آلود ہوئی
سامنے عشق جواں ہو کہیں ایسا تو نہیں

میں تو خاموش ہوں کیوں شور بپا ہے ہر سو
نغمہ زا دل کی فغاں ہو کہیں ایسا تو نہیں

بے رخی دیکھ کے محفل سے اٹھ آنا اختر
لغزش فکر و گماں ہو کہیں ایسا تو نہیں

تھے تمہارے دوش بدوش ہم تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ رہِ حیات کا پیچ وخم تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ دل مزارِ صد آرزو وہ وصال ساعتِ رنگ و بو
وہ خم صراحی وجام جم تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مرا نام دفترِ عشق سے جو چلے تھے کاٹنے ایک دن
تو ٹھہر گیا تھا یدِ قلم تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

رگِ زندگی رگِ سرخوشی رگِ بیخودی رگِ آگہی
وہ تمہاری زلفوں کا پیچ وخم تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جو کہا کہ اور ذرا ستم تو کہا تھا تم نے بخندہ لب
ارے بے حیا ہے یہ کوئی کم تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اے غرورِ حسنِ قمر فشاں! جو خوشی کو تج کے بھی شاد تھا
وہ تمہارا اختر خستہ دم تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

آپ ہیں قطرۂ اشک پر خنداں زن
اس میں مضمر ہے اک داستانِ الم

خیر و شر

ہم سمجھتے تھے شب تاریک ٹلنے کی نہیں
اپنی قسمت میں نہیں ہے صبح نصرت کی ضیا
ایسی مایوسی میں ایسی بے بسی کے وقت میں
رحمتِ حق دے اٹھی اِنّا فتحنا کی صدا

تم نے سمجھا تھا کہ پھونکوں سے مٹاتے جائیں گے
ان حسیں پھولوں کی جیتی جاگتی تصویر کو
اے حریفانِ گل و لالہ تمہیں کچھ علم ہے
عین فطرت توڑنا ہے ظلم کی زنجیر کو

آتشِ فرعونیت جب بھی کبھی روشن ہوئی
ابر رحمت بن کے چھائی موسویت کی گھٹا
ننھے طائر بھی اٹھے ہیں لے کے جوش انتقام
ابرہہ کے ظلم کے جب ہوگئی ہے انتہا

ساقی نامہ

جو وجہ درد ہے ساقی وہی غمخوار ہے ساقی
اسی کا نام دنیا ہے یہی سنسار ہے ساقی
اگر انسان کا ذوق عمل بیدار ہے ساقی
تو پھر آسان سے آسان ہر دشوار ہے ساقی
یہ ہے تسلیم مجھ کو خار دل آزار ہے ساقی
مگر گل پر بھی بلبل کے لہو کا بار ہے ساقی

رخ پرنور پریوں ابروئے خمدار ہے ساقی
کہ گویا درمیاں قرآن کے تلوار ہے ساقی
یہ مانا عشق کا آغاز آتش زار ہے ساقی
مگر انجام اس کا نازشِ گلزار ہے ساقی
اگر سوچو تو الفت ہے گل تر سے بھی نازک تر
اگر دیکھو تو وہ خوں ریز اک تلوار ہے ساقی

محبت تھی کبھی پیغام صلح و آشتی مانا
مگر اس دور میں تو باعث پیکار ہے ساقی
کہیں ٹھوکر نہ کھا جائے ہمارا کیف آگیں دل
بساط ذہن عالم سخت ناہموار ہے ساقی
اگر دیکھو تو دیوانوں کی آنکھیں بند پاؤ گے
اگر سوچو تو ہر اک طالب دیدار ہے ساقی

ادھر سے ارنی ارنی اور اُدھر سے لن ترانی ہے
کہیں اصرار ہے ساقی کہیں انکار ہے ساقی
لباس رہبری اب پردہ پوش جرم وعصیاں ہے
شبیہ آب ودانہ جبّہ ودستار ہے ساقی
نہ کیوں ہو خوف کا مارا وہ تیغوں کی چھنا چھن سے
جسے مرغوب ترپازیب کی جھنکار ہے ساقی

مثل مشہور ہے دونوں ہتھیلی مل کے بجتی ہے
ادھر گر پیار ہے تو اس طرف بھی پیار ہے ساقی
کبھی یہ بھی زمانے کا مقدر بن کے چمکے گا
اگرچہ آج اختر بیکس وناچار ہے ساقی
زمانے کو سبق دیتا ہے وہ شعروں کی چلمن میں
ترا دیوانہ اختر کس قدر ہشیار ہے ساقی
یہ اپنی اپنی قسمت اپنا اپنا ظرف ہے ورنہ
مقدر میں کہاں ہر مدعی کے دار ہے ساقی

ابھی تک ساغرے تیرے اختر تک نہیں پہونچا
مگر یہ رند تیرا بے پئے سرشار ہے ساقی
جہاں شمس وجمالِ ماہ پر نظریں نہیں رکتیں
مرے ذوق نظر کا دیکھ یہ معیار ہے ساقی
نگاہیں ڈھونڈتی ہیں خالد سیف الٰہی کو
کہ اب انسانیت پر پنجۂ ادبار ہے ساقی

زمانہ سے نمایاں آج ہے اندازِ کسرائی
کہاں پر ذوالفقار حیدر کرار ہے ساقی
اگر زندہ رہیں اور زندگی کا راز نہ سمجھیں
تو ایسی زندگی پر سیکڑوں پھٹکار ہے ساقی
اگر سوچو تو الفت بار عالم سے ہے چھٹکارا
اگر دیکھو تو وہ اک بوجھ ہے اک بار ہے ساقی

بھلا کیسے ہو پھر تیری مسیحائی کا اندازہ
مسیحائے زماں جب خود ترا بیمار ہے ساقی
زمانے نے بدل ڈالا ہے اب چال و چلن اپنا
مگر تیرے جوانوں کی وہی رفتار ہے ساقی
بھلا یہ کون گلشن میں بصد ناز و ادا آیا
نقاب الٹا پریشاں زلف عنبر بار ہے ساقی

روح کی فریاد

اے مری جانِ تمنا مری اشعار کی روح　　رشکِ خوشبوئے گلاب وتن گلزار کی روح
اس چمکتے ہوئے خورشید کے انوار کی روح　　تابشِ قلب وجگر گرمیٔ افکار کی روح

تو جو چاہے تو بدل جائے دلِ صبر شکن
اور وہ دینے لگے درسِ شکیب آرائی

ان عنادوں کی چٹانوں کی حقیقت کیا ہے　　پیکرِ کوہ بھی ہو جائے مثالِ رائی
آج ہے بغض کی شمشیر کی جھنکار جہاں　　ہاں وہیں مہر ومحبت کی بجے شہنائی
فرش کے ذروں میں پیدا ہو ستاروں کا جمال　　پھول بھی رشک کریں دیکھ کے خاروں کا جمال

غمزۂ ناز کا اعجاز زمانہ دیکھے
خاطرِ سنگ صفت پھول کی پتی سے کٹے

خوگرِ رحم ہوں ہر بغض وعداوت والے　　دشمن ودوست کے مل جائیں محبت میں گلے
ہوئے مسبوقِ عدم دم میں شبستانِ دروغ　　ہر طرف صدق کے روشن ہوں ضیاپاش دیے

ہر طرف مہر ومحبت کی بجے شہنائی
بول اٹھیں اہلِ چمن بادِ بہاراں آئی

تیری مرضی بتا خاموش رہے گی کب تک　　یہ شرافت بھلا دشنام سہے گی کب تک
انتہا بھی ہے زمانے کے تشدد کی کوئی؟　　ظلم کے پاؤں میں بیڑی نہ پڑیگی کب تک

اختؔر خستہ جگر کی ہے یہ فریاد حضور
اک نگاہ کرم ولطف تو ایسی کر دے

پارۂ دل

مجھے مولائے یکتا نے عطا کی ذوقِ یکتائی
ہوئی رشکِ ہجومِ دوستاں یہ میری تنہائی
زمانے کی نظر میں گرچہ بیگانہ سہی اختر
ہماری ہمدمِ ہستی ہے اندازِ شکیبائی

مجھے معلوم کیا تھا ایسی ساعت آنے والی ہے
عروسِ شربہ اندازِ محبت آنے والی ہے
زمانہ تو زمانہ خویش ہو جائیں گے بیگانہ
فقط اک جان پر لاکھوں مصیبت آنے والی ہے

تملق مہربانوں کی سمجھ پایا نہ تھا اختر
بہاریں گود میں پنہاں کئے ہیں لشکرِ صرصر
خرد عاجز نظر خیرہ الٰہی ماجرا کیا ہے
نظر آتا ہے مجھ کو آستینِ لطف میں خنجر

زبوں چشم زمانہ میں میری رفتار ہے اختر
گراں تر گوش دوراں پر مری گفتار ہے اختر
صدادے تو بغاوت ہے رہے خاموش تو باغی
رباب زندگی کا کش مکش میں تار ہے اختر

••••••••••••••••••••••

غم وآلام میں آلودہ میری زندگانی ہے
فقط لاتقنطوا کی ایک امداد نہانی ہے
وفور غم ہے لیکن اپنے اطمینان کے صدقے
نظر میں ایسا ایسا حادثہ مثل کہانی ہے

☆☆☆

تجزیہ

لوگ کہتے ہیں بصد فخر ومباہات اختر

اک حسینہ سر بازار بنی ہے رانی
دودھ سے چہرہ وہ دھوتی ہے بجائے پانی
اس کی دنیا میں اندھیرے کا کوئی نام نہیں
اس کے ہاتھوں میں مصیبت کا کوئی جام نہیں
اس کی تقدیر کا تابندہ ہوا سیارہ
اژدھے رنج والم کے ہوئے نودوگیارہ
اسکے حق میں شب تیرہ بھی ہے صبح رخشاں
ہر درو بام پہ ہیں مہر وقمر آویزاں
اس کی دنیا میں ترنم کے سوا کچھ بھی نہیں
اس کے ہونٹوں پہ تبسم کے سوا کچھ بھی نہیں

میں یہ کہتا ہوں شرافت کا جنازہ نکلا

۲۷رجنوری ۱۹۵۷ء (کچھوچھہ فیض آباد)

لٹ گئی میری تمناؤں کی محفل کیا کروں؟
میرے حق میں ہوگئی تاریک منزل کیا کروں؟
ہوگیا ہوں آج مثل مرغ بسمل کیا کروں؟
اے غم دل کیا کروں؟ اے وحشت دل کیا کروں؟

تلخ ہی کیا تلخ تر ہے زندگی میرے لئے
روشنی خورشید کی ہے تیرگی میرے لئے
کم نہیں کانٹوں سے پھولوں کی کلی میرے لئے
اے غم دل کیا کروں؟ اے وحشت دل کیا کروں؟

ناز تھا جن پر مجھے وہ دعوت پیکار دیں
جن سے وابستہ تھی گل کی آرزو وہ خار دیں
ہائے قسمت! میرے اپنے ہی مجھے دھتکار دیں
اے غم دل کیا کروں؟ اے وحشت دل کیا کروں؟

اللہ اللہ گردشِ ایام کی چنگیزیاں
بھائی کے پاؤں میں بھائی ڈالتا ہے بیڑیاں
آہ کچھ بھی میل والفت کا نہیں ملتا نشاں
اے غم دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں؟

ہوگئی زیر و زبر جب خود شناسی کی بساط
پھر بھلا کیسا سوال محفلِ عیش ونشاط
سوچتا ہوں یہ ترقی ہے کہ دور انحطاط
اے غم دل کیا کروں؟ اے وحشت دل کیا کروں؟

ہر طرف مایوسیوں کے ابر ہیں چھائے ہوئے
ہوگئے گل یک بیک امید کے سارے دیئے
سو بسو رنج والم کے پھر رہے ہیں اژدھے
اے غم دل کیا کروں؟ اے وحشت دل کیا کروں؟

کیا تعجب ہے جومیرا ہمنوا کوئی نہیں
بیکسوں کے حق میں "پیارے باوفا کوئی نہیں
درد تنہائی کی سچ پوچھو دوا کوئی نہیں
اے غم دل کیا کروں؟ اے وحشت دل کیا کروں؟

آج ہے ہر سمت برپا فتنۂ چنگیز خاں
اللہ اللہ پھول بھی ہیں شعلۂ آتش فشاں
بلبلوں کی نغمہ ریزی میں بھری ہیں تلخیاں
اے غم دل کیا کروں ؟ اے وحشت دل کیا کروں

شرق سے جب شرق کے دولہا کی نکلی پالکی
کھلکھلا اٹھی گلستاں کی ہر ایک ننھی کلی
حیف میرے غنچۂ دل نے نہ پائی تازگی
اے غم دل کیا کروں؟ اے وحشت دل کیا کروں؟

کتنا عبرت ناک ہے ایام کا یہ انقلاب
اب طرف ماتم کا ساماں اک طرف چنگ ورباب
اک طرف عشرت کا بندہ اک طرف خانہ خراب
اے غم دل کیا کروں؟ اے وحشت دل کیا کروں؟

آج اختر کیوں؟ دکھائی دے رہا ہے بے قرار
بات کیا ہے؟ پھر رہا ہے سوبسو دیوانہ وار
اس کے ہونٹوں سے نکلتا ہے یہی کیوں؟ بار بار
اے غم دل کیا کروں؟ اے وحشت دل کیا کروں؟

نوائے نرم گرم

جناب اعجاز صدیقی مدیر "شاعر" کی ایک نظم پر

تضمین

وطن کی صبح وشام کی لطافتوں کو چوم لو
گلوں کی مسکراہٹوں نزاکتوں کو چوم لو
یہی تو اقتضاء تمہاری زندہ خاطری کا ہے
صباحتوں کو چوم لو ملاحتوں کو چوم لو

گلوئے کہکشاں میں بڑھ کے اپنے ہاتھ ڈالدو
عروج کا غرور اس کے سر سے تم نکال دو
لگاؤ جست ایسی برق وباد بھی ہوں خیرہ تر
زمیں پہ رہ کے آسماں کی رفعتوں کو چوم لو

جہان رستخیز میں ہے صرف قدر دل وہی
شہنشہی کے ساتھ ہو غلامیٔ ایاز بھی
عداوتوں کے خوگرو خدا کے واسطے سنو!
یہ نفرتیں گناہ ہیں محبتوں کو چوم لو

تمہاری منزلیں ہیں دورکہنہ مہر وماہ سے
فلک بھی پست ہے تمہاری رفعت کلاہ سے
یہ نغمے پھوٹ نکلے ہیں جہان نو کے ساز سے
قدامتوں کو بھول جاؤ جدتوں کو چوم لو

کرو حوادثات کا مقابلہ خوشی خوشی
تقاضہ زندگی کا ہے یہ اور یہی ہے زندگی
الجھنا سیکھو خار سے اگر ہے گل کی آرزو
ہے راحتوں کی جستجو تو کلفتوں کو چوم لو

ہے ان کے اشتراک ہی سے سوز وساز زندگی
غم وخوشی ہے کوہکن سے پوچھ راز زندگی
لبوں پہ ہو ہنسی اور آنکھ بھی ہو اشک سے بھری
جھکاؤ سر حضور غم مسرتوں کو چوم لو

گریز مصلحت نہیں فرار مستحب نہیں
عجب ہے کہ سمجھ میں تیری یہ کوئی غضب نہیں
صداقتوں عدالتوں کے مرکز نگاہ ہو
تمام اپنے دور کی صداقتوں کو چوم لو

ترقیوں کی راہ کی صعوبتیں ہیں رحمتیں
نقاب مشکلات میں چھپی ہوئی ہیں راحتیں
لو کام عزم کوہکن سے گر ہو کوہ سامنے
ہزار زحمتیں بھی ہوں تو زحمتوں کو چوم لو

ہے یہ بھی خود شناسیوں کی ایک راہ بہتریں
نہیں ہے چیز بھولنے کی اس کو بھولنا نہیں
نہ مل سکے گا تم کو ورنہ قیمتی سایہ نگیں
دراتیوں سے کام لو روائیتوں کو چوم لو

فضائے رنگ وبو سے غیر کیوں ہو کیف آشنا
بتاؤ کنج بے کسی میں کس لئے ہوں غم نما
نہیں روا خود اپنے گلستاں سے ایسی بے رخی
چمن فروشیاں بری ہیں نکہتوں کو چوم لو

بلک رہی ہے زندگی سسک رہی ہے زندگی
گلو پہ اس کے جھلملا رہی ہے دھار تیغ کی
فریب دے کہیں نہ یہ تری تساہلی تجھے
یہ وقت ہے کہ وقت کی نزاکتوں کو چوم لو

مری نوائے نرم گرم کا یہی ہے ماحصل
حوادثات دور کے ہر ایک رخ کو دو بدل
ندامتیں اچھال دیں گی تم کو کہکشاں تلک
گناہ گار ہو سہی ندامتوں کو چوم لو

☆☆☆

صبح آزادی

غم کے مارو لو مسرت کا پیام آ ہی گیا
آفتاب حریت بالائے بام آ ہی گیا
ہو مبارک یہ سرور و انبساط زندگی
میکشو! ہونٹوں تک آزادی کا جام آ ہی گیا
برق نے تو لاکھ چاہا تھا کہ رستہ روک دیں
آسمانِ حریت پر میرا گام آ ہی گیا
اب شبستانِ وطن کی ظلمتیں کافور ہیں
آسماں پر نیر گردوں خرام آ ہی گیا
آج اپنے ہاتھ میں اپنے وطن کی ہے زمام
نالۂ مظلوم آخر کار کام آ ہی گیا
ذلتِ محکومیت سے ہم کو چھٹکارا ملا
اپنے ہاتھ اپنے گلستاں کا نظام آ ہی گیا
لو نسیم صبح گاہی لائی پیغام نشید
مرحبا وقت وداع وقت شام آ ہی گیا
منھ کی کھانا پڑ گیا افرنگیوں کی چال کو
خود شکاری آج اختؔر زیر دام آ ہی گیا

۲۶ رجنوری ۱۹۵۷ء (مبارکپور اعظم گڑھ)

اختر کیراپی کے نام......!

تجھ کو منظور رضائے نگہ جاں نہ سہی
تیرے یہ اشک رہین غم جاناں نہ سہی
زخم احساس کے ناسور بھی عریاں نہ سہی
چاک اے دوست مگر اپنا گریباں بھی نہ کر
زیست کو اپنی شکایات کا عنواں بھی نہ کر

تجھ کو یہ فکر ہے منزل سے بہت دور ہیں ہم
ہمکو یہ غم ہے کہ منزل میں بھی مجبور ہیں ہم
نکہت و نور کی دنیا میں بھی بے نور ہیں ہم
اب کہاں لطف تگاپوئے دمادم اے دوست
زندہ رہ کر کے بھی ہے زیست کا ماتم اے دوست

شمع افکار جو خاموش ہوئی ہونے دو
جذب واحساس کا فقدان ہوا غم نہ کرو
باغ تخیئل کے تنکوں سے کہو خوب جلو
مٹ نہیں سکتی مگر پھر بھی تمہاری ہستی
آگ کی آنچ ہیولے پہ نہیں آسکتی

میرے ساتھی تجھے معلوم بھی ہے راز بہار؟
صرف رو لینے سے آتا نہیں غنچوں میں نکھار
روشنی ملتی ہے جب دل کو کرو نذر شرار
بادِ صرصر کو چلو رشک بہاراں کر دیں
نار نمرود کو فردوس بداماں کر دیں

غم کو سینے سے لگا کر ہے سہولت کی تلاش
ساعت ہجر سے مت ڈر جو ہے قربت کی تلاش
میرے ساتھی ہے اگر زیست کی لذت کی تلاش

خون امید کو تم پھول بنانا سیکھو
تلخی زیست کو آنکھوں سے لگانا سیکھو

ہائے منت کشی جام وصراحی کیسی؟
العطش کیسا یہ ساقی کی دہائی کیسی
میرے شاعر یہ تری بھیک منگائی کیسی

حسن لیلائے حقیقت تو تری ذات میں ہے
زیست کا بادۂ رنگین تری بات میں ہے

سچ کہا تشنگی گنگ وجمن باقی ہے
احتیاج مئے نغمات کہن باقی ہے
بزم تہذیب کے ماتھے پہ شکن باقی ہے

ان چٹانوں سے مگر کیسے نکل پائے سکوں
زنگ آلود ہوئے تیشۂ احساسِ دروں

عہد ماضی کی روایات کہن بھولا کون
فکر تخریب میں تعمیر وطن بھولا کون
اپنے اسلاف کا سب چال چلن بھولا کون

ہم نے اعزاز دیا جن کو وہی لوگ تو ہیں
جن سے خود ہم نے کیا پیار وہی روگ تو ہیں

لوگ کہتے ہیں کہ آزاد ہے بھارت کی زمیں
جانے کیا بات ہے مجھ کو نہیں آتا ہے یقیں
تو بھی کہتا ہے فقط ذہن ہی آزاد نہیں

تو ہے آزاد بڑی بھول تجھے ہے پیارے
دیکھ ہر سو نظر آتے ہیں ترے انگارے

اب چراغ سحر آثار رہے یا نہ رہے
جلوۂ رفعت افکار رہے یا نہ رہے
شعلۂ آتش کردار رہے یا نہ رہے
ان اندھیروں میں تجھے راہ بری کرنی ہے
برق افکار سے اک جلوہ گری کرنی ہے

تجھ کو اے شاعر معصوم خبر ہے کہ نہیں
روئے افلاس کی زینت ہے تحمل کا نگیں
فقر میں فخر کے پنہاں ہے گہرہائے ثمیں
قلزم صبر میں تم غوطہ لگانا سیکھو
پیٹ کی آگ مرے دوست بجھانا سیکھو

تلخی زیست کا طالب ہے تو دیوانہ بن
پھونک دے صاعق وحشت سے خرد کا گلشن
تیری ہر چال ہو پیغامبر دارو رسن
تجھ کو مرغوب ہے گر ہوش و خرد کی بستی
تلخی زیست تجھے راس نہیں آسکتی

وقت کہتا ہے مگر خود کو غزل خواں نہ کرو
غم جاناں کو شریک غم دوراں نہ کرو
مور بے مایہ کو ہم دوش سلیماں نہ کرو
جام کہنہ ہی میں ہے رقص کناں روح حیات
ساغر نو میں کہاں پاؤ گے صہبائے ثبات

دل اگر شہر خموشاں ہے کوئی غم نہ کرو
سونا سونا یہ گلستاں ہے کوئی غم نہ کرو
سوز احساس بھی بے جاں ہے کوئی غم نہ کرو
ٹمٹماتے ہوئے کہتا ہے چراغ سحری
خاور صبح کی ہونے ہی کو ہے جلوہ گری

داغہائے دل مغموم دکھاؤ نہ مجھے
خواب امید کی تعبیر بتاؤ نہ مجھے
نغمۂ سوز غمِ زیست سناؤ نہ مجھے
جذبۂ کوہ کنی ہو تو پھر آؤ آگے
میری سوئی ہوئی امید کی قسمت جاگے

دلکشی ہے نہ کوئی زیب نہ رعنائی ہے
کیا یہی پیارے چمن زار کی برنائی ہے
کون کہتا ہے کہ کلیوں کو ہنسی آئی ہے
ایسے ماحول میں ماحول چمن پر حیرت
میں تو کہتا ہوں کہ ہے تیری سراسر غفلت

وقت کہتا ہے کہ ٹھکرا دے رباب وساغر
چھوڑ دے فکر سیہ پوشی جام احمر
سوزش دل سے زمانے کو دے انوار سحر
تیری تعمیر کا جذبہ نہ ہو ممنون چمن
تو قدم رکھ دے تو ہو جائے بیاباں گلشن

ناپاک دست وپاکی ناپاک حرکتوں سے
مٹی میں مل گیا ہے ''عزت'' کا جل کے خرمن
دوشیزۂ شرافت آوارہ ہوگئی ہے
بھٹکا ہوا ہے آنچل بہکا ہوا ہے جوبن

قطعہ

سمجھ ہی میں نہیں آتی چمن والوں کی دانائی
جہاں پر چاہئے ماتم وہاں بجتی ہے شہنائی
چمن پر یہ اثر تیرا پڑا رنگ خود آرائی
نہ کوئی دلکشی باقی نہ کوئی زیب ورعنائی

ہندوستان کے مسلمانوں سے خطاب

اے مسلماں صیدِ دام خوابِ غفلت ہوشیار
وقت کہتا ہے کہ لے ہاتھوں میں اپنے ذوالفقار
اٹھ کہ تجھ کو ہے بدلنا گردشِ لیل ونہار
اے محمد کے سپاہی دین حق کے جاں نثار
تھا کبھی تو باعث نقش و نگار گلستاں
آج کیوں ہے ننگ گلشن اور عار گلستاں

تیری غفلت نے کیا ہے باطلوں کا سربلند
تیری گردن میں حمائل ہے غلامی کی کمند
تیری ہستی بن گئی ہے تختۂ مشق گزند
پھر رہا ہے آج تو بن کر سراپا درد مند
لرزہ براندام جو رہتے تھے تیرے نام سے
تھرتھراتا آج تو ہے ان کے چاپ گام سے

ہاں تری یہ خانہ جنگی طاقت باطل ہے آج
اللہ اللہ بھائی کا خود بھائی ہی قاتل ہے آج
سنگدل اپنوں کے حق میں کیوں مثال سل ہے آج
دشمنوں کے درمیاں لیکن بہت بزدل ہے آج
الاماں صد الاماں تم اورخون اتحاد
پیکر رحم و کرم اور مائل بغض وعناد

کیا ہوئی تیری اخوت اور شجاعت کیا ہوئی
کیا ہوئی تیری صداقت اور سخاوت کیا ہوئی
اپنے غیروں سے بھی وہ تیری محبت کیا ہوئی
کیا ہوا ذوق شہادت اور عبادت کیا ہوئی

تھے تمہیں جس نے لگایا نعرۂ توحید کو
زیر خنجر گنگنایا نغمۂ توحید کو

جذبۂ طارق نہ تجھ میں ہے نہ جوش خالدی
ہے کہاں محمود غزنی کا وہ عزم بت زنی
دیکھ کر یہ تیری پسپائی یہ تیری بزدلی
قبر میں کیا مضطرب ہوگی نہ روح بن علی

باز آ غفلت سے اپنی غافل غفلت پسند
تیری گردن میں رہے گی تا کے محکومی کمند

خود سے آخر یہ تیری نا آشنائی کب تلک؟
دام غفلت سے بھلا ہوگی رہائی کب تلک؟
تیرے لب پہ اپنے غیروں سے دہائی کب تلک؟
شوکت مسلم کی ہوگی رونمائی کب تلک؟

روح عالمگیر کا کب تک مٹے کا اضطراب
کب تلک آئے گا تیری زندگی میں انقلاب

تضمین

ساحل کا تصور آتے ہی دوڑا ہوا ساحل آجائے
لب آشنا حرکت سے بھی نہ ہوں اور زیست کا حاصل آجائے
خاموش زباں بھی خشک رہے اور ساقی محفل آجائے
اتنی تو کشش دل میں میرے اے جذبہ کامل آجائے
جب خواہش منزل پیدا ہو خود سامنے منزل آجائے

تسلیم کہ شیوہ حسن کا ہے خوشیوں میں بھی رنگ غم بھرنا
مانا کی حسینوں کی عادت ہے زخم پہ بھی نشتر دھرنا
دربار حسیناں میں پھر بھی کہتا ہے یہ آنکھوں کا جھرنا
اے شمع قسم پروانوں کی اتنا تو مری خاطر کرنا
اس وقت مجھے چونکا دینا جب رنگ پہ محفل آجائے

مجھ سوختہ جاں پہ چل ہی گیا افکار زمانہ کا افسوں
میں رنج و محن کا مسکن ہوں میں دردو الم کا سنگم ہوں
سن 'گیسوئے عنبر بار' سن اے 'رخسار حسین' 'چشم میگوں'
میں جذبۂ دل کے بارے میں اک مشورہ تم سے لیتا ہوں
اس وقت مجھے کیا لازم ہے جب تم پہ مرا دل آجائے

اے اختر خستہ قلب وجگر شاید ہے اسی کا نام الفت
گفتار کی جرأت کرتا ہوں جب ساتھ نہیں دیتی ہمت
گر ضبط کی جانب بڑھتا ہوں روٹھی نظر آتی ہے طاقت

گو لاکھ ارادے کرتا ہوں سب رازِ دلی کہہ دوں وحشت
کمبخت زباں کھلتی ہی نہیں جب سامنے قاتل آجائے

ایک خط کے جواب میں

تمہید

نظر ہے میری سواد خط محبت پر سطور مثل رگ جاں نقوش خلد نظر
چمک جو معنیٰ لفظ سیاہ کی دیکھے نگاہ مہر ضیاپاش بھی ہو خیرہ تر

بلاتمثیل

اتر کے دیکھ ذرا آشیانۂ دل کو ہے تجھ کو آرزوئے جلوۂ ہلال اگر
نمایاں صفحۂ قرطاس پہ ہیں یوں نقطے کہ جیسے چرخ پہ بکھرے ہوئے ہوں نجم وقمر
دکھایا جلوۂ بندہ نوازیاں تو نے مری نگاہ کو فطرت کی راز داں کہہ کر
کہیں پہ عجز کے دریا میں شانِ طغیانی کہیں پہ سحر دعا میں ہیں بے بہا گوہر

خلاصہ یہ ہے کہ ہے ایک گلشن الفت
سرور خاطر غمگین و مخزن راحت

سہرا بانداز غزل

میرے نوشاہ کی دل ربائی چاندنی دیکھ کر مسکرائی
بزم کی بزم ہے عطر آگیں ایسی سہرے میں خوشبو سمائی
بس لچکتا تھا سہرے کا رخ پر دو دلوں کی کلی مسکرائی
آج خوش خوش نسیمِ سحر بھی مژدۂ جانفزا لے کے آئی
وجد میں سن کے ہراک کلی ہے اہل محفل کی نغمہ سرائی
میرے نوشہ کی دلکش ادائیں جس کو دیکھو وہی ہے فدائی
دولہا دولہن کو ہوئے مبارک ان کی ساکت تمنا برآئی
اس طرف تاب دست محبت اور اس سمت دست حنائی

کہہ اٹھے اہل محفل بھی اختر
خوب تو نے غزل گنگنائی

سہرا

اے خوشا باران ابر رحمت رب جلیل بہہ رہی ہے ہرطرف کیف وطرب کی سلسبیل
دیدۂ مشتاق میں کحل مسرت کی لکیر ہے کسی زہرہ جبیں کی رونمائی کی دلیل
بے زبانی لب غنچہ پہ قربان جائیے راز الفت آشکارا کردیئے بے قال وقیل
اس طرف ہے دجلۂ عشق ومحبت موجزن اوراس جانب حیاوشرم کی پاکیزہ نیل

دلربا ودلنواز ودل نشیں سہرے میں ہے باغ احمد کا گل ناز آفریں سہرے میں ہے
ہرطرف چھٹکی نظرآتی ہے کیسی چاندنی ہونہ ہوماہِ درخشندہ جبیں سہرے میں ہے
ہے یہ تیری ہی عنایت اے نصیر کائنات حافظ سنت بصد حسن یقیں سہرے میں ہے
غسل لبہائے حسیں صہبائے چشم نازنین قاسم فیض شراب وانگبیں سہرے میں ہے

تجھ میں اے دوشیزۂ الفت بڑا اعجاز ہے سازگل سوزعنا دل آج ہم آواز ہے
ایک ہی دراصل مرکز ہے نیاز وناز کا یوں تو کہنے کیلئے ایک سوز ہے ایک ساز ہے
روکش حسن قمر رشک جمال کہکشاں یہ مرانوشاہ جیتا جاگتا اعجاز ہے
دودلوں کے درمیاں کوئی دوئی حائل نہیں یہ کشش ہے حسن کی یا عشق کی پرواز ہے

ہر رگ گل سے نمایاں ہے ادائے شاکری　　اللہ اللہ رے ترے سہرے کی روشن اختری
عارض انور کی نور افشانیاں مت پوچھئے　　ہے عرق آلود سیمائے جمال خاوری
غنچہ غنچہ عارف اسرار ما طالب لکم　　ڈالی ڈالی آسیہ ہائے قصور دلبری
زیب فرق ناز ہے حسن احسن الاقبال ہے　　کس قدر حیرت فزا ہے عشق کی جادوگری

ساغر گل میں تلاطم خیز ہے موج نشاط　　پتی پتی شبنم افشائے شراب انبساط
رفعت آفاق حسن دلربا ممکن نہیں　　بچھ نہ جائے جب تک اختر عشق کی رنگیں بساط
حسن گر ہے چاند تو ہے عشق اس کی چاندنی　　چاندنی سے چاند ہوتا ہے کہیں بے ارتباط

کہہ رہی ہے کونپلیں بن جادہ پیمائے مجاز
گر حقیقت سے تجھے ہوتا ہے سرشار نشاط

سہرا

بزم گیتی کا ہر ایک ذرہ پُرانوار ہوا
حسن خود ناصیۂ عشق پہ ضوبار ہوا
اللہ اللہ رے سہرے کا جمال رنگیں
نکہت خلد بیاں نزہتِ افکار ہوا

از زمیں تا بہ فلک ایک تعطر کا سماں
روکشِ بادبہاری ہے فضا آج کے دن
کس نے زلفوں کو بکھیرا ہے بصد ناز و ادا
شوخ و چنچل ہوئی جاتی ہے ہوا آج کے دن

برق چشمان حسیں مہر عذار رنگیں
اپنے پردے میں چھپائے ہے قیامت سہرا
ساغر گل میں ہے صہبائے شریعت رقصاں
شرح ماطاب لکم حامل سنت سہرا

ہے یہ گلزار وصی شہ ابرار کا پھول
جس نے گیتی کو مہکنے کا سبق سکھلایا
فکر وجداں کی قنادیل فروزاں کر کے
تیرہ سامانی ماحول کی پلٹی کایا

کوثری جام لئے ساغر تسنیم لئے
تیری آنکھوں نے سکھایا ہے محبت کیا ہے
بربط وعود وچراغ ودف وافسانہ وچنگ
آج معلوم ہوئی راہ حقیقت کیا ہے

نغمہ افشاں ہے لب نسترن ورِدو سمن
خامشی میں بھی بڑی شورش گویائی ہے
اس طرف سوز کے دریامیں تلاطم برپا
اس طرف ساز عروسانہ کی برنائی ہے

اپنے گہوارۂ الفت میں لئے رنگ حنا
تری چوکھٹ پہ شفق بن کے شفیق آئی ہے
کتنے گلہائے عقیدت کا بنا کے مالا
فرط اخلاص ومحبت سے یہاں لائی ہے

مرے نوشاہ ضیائے رخ تاباں کی قسم
طلعت حسن ثریا تری پروانہ ہے
جذبہ عشق کی اللہ رے عشوہ سازی
رفعت برج سعادت تری دیوانہ ہے

ننھے تاروں کی امیدوں سے شعاعیں پھوٹیں
تو نمود آرا فقط پیکر انسان ہوا
اور انساں نے جب آغوش تمنا واکی
پھر کہیں جا کے کوئی سیدذی شان ہوا

تابش روئے منور سے گماں ہوتا ہے
فرش گیتی پہ اُتر آیا کوئی بدر منیر
بابر و طارق و زہرہ کی یہ معصوم دعا
کھینچ دی جس نے نگاہوں میں مسرت کی لکیر

ہو ترا طالع بیدار مبارک تجھ کو
سروری تاج بنے زیب دہ بخت سعید
کیوں نہ سیمائے مسرت سے شعائیں پھوٹیں
رات اختر ہے شب قدر تو دن نازش عید

نعت شریف

شہر نبی تیری گلیوں کا نقشہ ہی کچھ ایسا ھے

خلد بھی ھے مشتاقِ زیارت جلوہ ہی کچھ ایسا ھے

دل کو سکوں دے آنکھ کو ٹھنڈک روضہ ہی کچھ ایسا ھے

فرشِ زمین پر عرش بریں ہو لگتا ہی کچھ ایسا ھے

ان کے در پر ایسا جُھکا دل اٹھنے کا اب ہوش نہیں

اہل شریعت ہیں سکتے میں سجدہ ہی کچھ ایسا ھے

لوح و قلم یا عرش بریں ہو سب ہیں اس کے سایے میں

میرے بے سایہ آقا کا سایہ ہی کچھ ایسا ھے

سبطِ نبی ھے پُشت نبی پر اور سجدے کی حالت ھے

آقا نے تسبیح بڑھادی بیٹا ہی کچھ ایسا ھے

عرش معلٰی سر پر اٹھائے طائر سدرہ آنکھ لگائے

پھر بھی قسمت چمکائے تلوا ہی کچھ ایسا ھے

رب کے سوا دیکھا نہ کسی نے فرشی ہوں یا عرشی ہوں

ان کی حقیقت کے چہرے پر پردہ ہی کچھ ایسا ھے

تاج کو اپنے کاسہ بنا کر حاضر ہیں شاہانِ جہاں

ان کی عطا ہی کچھ ایسی ھے صدقہ ہی کچھ ایسا ھے

خم ہیں یہاں جمشید و سکندر اس میں کیا حیرانی ھے؟

ان کے غلاموں کا اے اخترؔ رتبہ ہی کچھ ایسا ہے

❖❖❖